# مثالی لوگ

## شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی

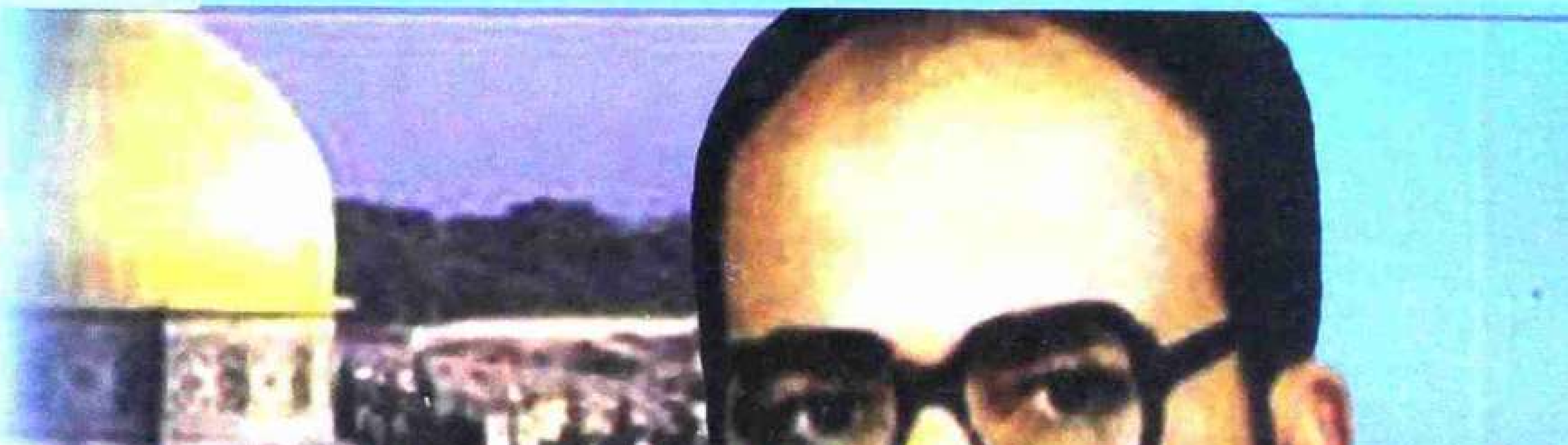

تدوین و ترجمہ: فردوس احمد میر

# مثالی لوگ (۱۱)

## شہید فتحی شقاقیؒ

ترجمہ

فردوس احمد میر

نشر شاھد

نام کتاب........ مثالی لوگ (شہید شقاقیؒ)

مترجم.......... فردوس احمد میر

تصحیح.......... سید نجیب الحسن زیدی

سرورق............ محمد اشرف

ناشر............ نشر شاہد

کمپوزنگ.......... محمد عارف

Isbn:978-964-394-370-7

# فہرست

## پہلی فصل

### انقلاب اسلامی اور فلسطین

**شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح کا تعارف ...................... ۲**
شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح کی ولادت ...................... ۲
شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح کی سیاسی زندگی کا آغاز ...................... ۳
ایک نئی تبدیلی ...................... ۵
شہید شقاقی رح اردن کی سرزمین میں ...................... ۱۱
شہید شقاقی رح مصر کی سرزمین پر اور جہاد اسلامی تنظیم کی تاسیس ..... ۱۲
اسلامی انقلاب کا سورج طلوع ہوگیا ...................... ۱۴
شہید شقاقی رح کی گرفتاری ...................... ۱۸
**شہید شقاقیؒ کے تفکر میں تبدیلی کا زمانہ اور امت اسلامی کا بحران... ۲۳**
کیا ہوا اور کیا ہورہا ہے ؟! ...................... ۲۳
امت اسلامی کا بے سابقہ خطرناک اور افسوسناک بحران ...................... ۲۷
سیاسی مکڑی جال سے آگاہ ہوجاؤ ...................... ۲۸
**مسئلہ فلسطین شہید فتحی شقاقی رح کی نظر میں ...................... ۴۱**

المنہج رسالہ کے چند اوراق ! ........................ ۴۱
امام خمینی رح شہید فتحی شقاقی رح کی نظر میں........................ ۵۲
پرچمدار اسلام ........................ ۵۲
اسرائیل کا جال ایران کے اوپر! ........................ ۵۶
اسرائیل ڈر کا مارا ہوا ! ........................ ۵۸
کیمپ ڈیویڈ کے خلاف جمہوری اسلامی کا رد عمل ........................ ۶۰
امام خمینی رہ نے استعمار کو للکارا ! ........................ ۶۱
امام خمینی رہ نے مسئلہ فلسطین کو زندہ کیا........................ ۶۲
کیا شاہ اسرائیلی یا یہودی تھا! ........................ ۶۸
ایک خطرہ........................ ۷۰
پندرہ ہزار انقلابیوں نے جام شہادت نوش کیا ........................ ۷۱
امت اسلامی کے بحرانوں کا سر چشمہ........................ ۷۳
امام خمینی رہ نے واپسی پر شاہ کو للکارا! ........................ ۷۴
ہمارے ایک ہی رہبر امام خمینیؒ ہیں، یاسر عرفات کیا سے کیا بن گیا .۷۶
ڈاکٹر شہید فتحی شقاقی رح کی یاد ڈائری ........................ ۸۱
۱۳ سالہ جوان نے اپنا کام کر دیا ! ........................ ۸۱
فقط اسلامی راہ حل خمینی ہے! ........................ ۸۲
اسرائیل کی نابودی میں کوئی شک نہیں ہے! ........................ ۸۳
سارا عالم بدل گیا لکین استعمار بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا ........................ ۸۴

انقلاب اسلامی پرچمدار عالم اسلام ہے ! ........................ ۸۷
ہم یتیم ہوگئے ! ........................................ ۹۰

## دوسری فصل

### تحریک جہاد اسلامی فلسطین

**تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی پیدائش ..................... ۹۳**
۵ روزہ جنگ سے کیا ملا اور کیا کھویا !؟ ........................ ۹۳
اسلامی روایتی پارٹیوں میں زلزلہ آیا ........................ ۹۴
اسرائیل کی نابودی کے لئے جنگ کے علاوہ چارا نہیں .............. ۹۵
تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی تاسیس ........................ ۹۷
**تحریک جہاد اسلامی کی آئیڈیالوجی: ........................ ۹۹**
تحریک جہاد اسلامی نے اپنی آئیڈیالوجی کہاں سے حاصل کی .......... ۹۹
نشان راہ ........................................ ۹۹
فلسطین کی آزادی جہاد کے بغیر ممکن نہیں ! ........................ ۱۰۰
اسرائیل مغربی استعمار کا پروردہ ہے جو نابود ہو کر ہی رہے گا ! ...... ۱۰۲
آزادی چاہیئے تو شہادت دیجئے ! ........................ ۱۰۴
عالم اسلام کے مشکلات کا راہ حل ........................ ۱۰۵
تحریک جہاد اسلامی اور دوسری تحریکوں میں کیا فرق ہے ............ ۱۰۶

## تیسری فصل

### فلسطین قرآن کریم ،حدیث اورتاریخ کے آئینہ میں


**فلسطین قرآن کریم اورحدیث کے آئینہ میں ........................ ۱۰۹**

عالم دین اسلام کے سایہ میں ........................ ۱۰۹

سرزمین فلسطین کی عظمت ........................ ۱۱۱

مسلمان یہودیوں پرغالب وفاتح ہوجائیں گے ........................ ۱۱۴

پیامبر اکرم (ص) کو شہید کرنے کی سازش! ........................ ۱۱۹

**فلسطین تاریخ کے آئینہ میں ........................ ۱۲۱**

دین اسلام کا درخت پروان چڑھا لیکن ؟! ........................ ۱۲۱

اسلامی سرزمینوں پر استعمارکے کالے بادل ! ........................ ۱۲۳

اسرائیلی شجرۂ خبیثہ کس نے اور کیونکر لگایا !؟ ........................ ۱۲۶

اسرائیلی سانپ کہاں کہاں سے ڈنس رہا ہے ؟! ........................ ۱۳۲

**شہید ڈاکٹر فتحی شقاقیؒ اسلامی مذاہب کا پرچم دار وحدت ........................ ۱۳۹**

تفرقہ ڈالنے کی ناپاک کوششیں ! ........................ ۱۳۹

شیعہ ہمارے بھائی ہیں پس کیونکر انکی تکفیر کی جائے !؟ ........................ ۱۴۲

مجمع تقریب کی تاسیس اورضرورت ! ........................ ۱۴۷

اختلاف استعماری زہرہے ؟!! ........................ ۱۴۹

## چوتھی فصل

### شہید انقلاب فلسطین کے غم میں


دنیا جان لے ہر مجاہد، شہادت کا عاشق ہوتا ہے !؟............ ۱۵۲

ڈاکٹر شہید فتحی شقاقی رح کی شہادت........................ ۱۵۳

شہید انقلاب فلسطین حضرت آیت اللہ خامنہ ای (دام ظلہ) کی زبانی . ۱۶۰

شہید انقلاب فلسطین مجاہد سید حسن نصر اللہ کی زبانی............ ۱۶۳

شہید انقلاب فلسطین ؛ محترمہ فتحیہ شقاقی کی زبانی ............... ۱۶۵

زندگی کے پل کیسے گذرے............................ ۱۶۵

عورت بھی انقلاب میں پیچھے نہ رہ جائے !......................... ۱۶۸

اسرائیل مبھوت ہو گیا تھا !............................ ۱۶۹

فلسطین سے چشم پوشی جائز نہیں !........................ ۱۷۰

بیٹی ہو تو زینب (ع) جیسی !........................ ۱۷۰

## مقدمہ ناشر

ایران کے اسلامی انقلاب کی بہت سی برکتوں میں سے ایک ایسے ہمہ گیر چہروں کا ظہور ہے جو پوری ایک ملت کو بیدار کرنے اور اسے نئی زندگی عطا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ یہ وہ تابناک چہرے ہیں جو ایک طرف بلند اسلامی افکار سے آشنا ہیں اور دوسری طرف میدان عمل میں بھی شریعت کی پیروی میں پیشگام ہیں، دشمنان دین کے مکر و حیلوں کو بھی جانتے ہیں اور ساتھ ہی محاذ کفر کے ساتھ بر سر پیکار رہنے پر بھی اعتقاد رکھتے ہیں اور شاید پوری تاریخ میں کبھی بھی امت مسلمہ آج کی طرح بڑی شدت کے ساتھ ایسے چہروں کے انتظار میں نہیں تھی۔

اس قسم کے مفکرین ایک خاص قوم و سرزمین سے بالاتر ہیں اور چونکہ یہ لوگ خالص اسلامی فکر کے پرورش یافتہ ہیں لہٰذا ہر مسلمان کے لئے، چاہے وہ کسی بھی زبان یا قوم سے وابستہ ہو، ایک نمونہ اور آئیڈیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس قسم کے تابناک چہروں کو پہچاننے کا ایک طریقہ ان کی زندگی کے ایسے مختلف حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا ہے جن سے ان کے بلند افکار، دینی بصیرت اور سماجی کردار کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔

ہمیں بہت فخر ہے کہ ہم ایسے چند ایک اسلامی مفکرین کے حالات زندگی اردو میں پیش کر رہے ہیں جنہوں نے اسلامی انقلاب کی کامیابی میں ایک اہم رول نبھایا ہے ہمیں امید ہے کہ مسلمان جوان، ان عظیم ہستیوں کو اپنا آئیڈیل قرار دے کر اسلامی سرحدوں کے اندر، اسلامی فکر کی تقویت اور مذہبی اقدار کی بالادستی کے لئے کوشاں رہیں گے۔

اس مجموعہ کے لئے جن دوستوں نے تعاون دیا ہے ہم ان سب کا شکریہ ادا کرتے ہیں خاصکر جناب فردوس احمد میر کا کہ جنہوں نے شہید فتحی شقاقی کے زندگی نامے کو اردو زبان میں ترجمہ کرنے کی زحمت اٹھائی ہے۔

انتشارات نشر شاہد

# پہلی فصل

## انقلاب اسلامی اور فلسطین

# شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح کا تعارف

## شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح کی ولادت

۱۹۴۸ء میں اسرائیل کے ساتھ پہلی جنگ میں عربوں کی شکست کے تین سال مکمل ہونے سے قبل شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی شہر رفع (جنوبی غزہ پٹی) کے فوجی کیمپ کی پناہگاہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی اور متوسط درجہ کی تعلیم اقوام متحدہ کے زیر نگرانی آوارہ وطن لوگوں کیلئے کھولے گئے ایک اسکول میں حاصل کی ۔ آپ کا خاندان مقبوضہ جنوبی فلسطین کے الرملہ ڈویژن کے زرنوقتہ نام کے گاؤں میں ۱۹۴۸ء تک ساکن تھا جو کہ عالم عرب میں تحریک جہاداسلامی کا نظریہ پیش کرنے والوں(Theorist)اوراسکے حامیوں کا مرکز جانا جاتا ہے۔ اسی سال فلسطینی سرزمین اقوام متحدہ کے سلامتی کونسل کا تصویب نامہ صارد ہونے کے بعد یہودی اور فلسطینی ساکنین میں تقسیم ہوگئی۔اس اقدام کی وجہ سے عرب ممالک اور صہیونی حکومت کے درمیان جنگ چھڑ گئی جسکے نتیجے میں دسیوں ہزار فلسطینی اپنی سرزمین (مادر وطن) سے بے گھر اور آوارہ وطن ہوگئے جنہوں نے پھر فلسطین کے مختلف علاقوں میں فوجی کیمپوں کی پناہگاہوں میں سکونت اختیار کی۔ابراہیم شقاقی (شہید شقاقی کے والد گرامی) کا خاندان بھی دوسرے

فلسطینیوں کی طرح اپنے مادر وطن سے بے گھر ہو کر رفع نامی شہر کے قریب والی پناہگاہ میں ساکن ہو گیا۔ شہید کا خاندان بھی دوسرے بے گھر فلسطینیوں کی طرح مالی مشکلات سے دوچار تھا۔ والد صاحب کاریگر ہونے کے علاوہ زرنوقہ گاؤں کے امام جماعت بھی تھے۔

آپ نے ہائر سکینڈری کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد دریائے اردن کے مغربی ساحلی علاقہ کی بیرزیٹ یونیورسٹی میں ریاضیات (mathematics) کی تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور پھر بی ۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد استاد بن گئے۔

## شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح کی سیاسی زندگی کا آغاز

شہید فتحی شقاقی رح کی سیاسی سرگرمیاں جوانی ہی میں مڈل کلاس کے دوران شروع ہو گئیں تھیں ۔آپ ہائی اسکول اور بی۔اے کرنے کے عرصہ میں ہی مضمون نویسی کے کلاس میں سیاسی مسائل کو پیش کرتے تھے جسکی وجہ سے جلدی ہی آپ اساتذہ کی توجہ کا مرکز بن گئے،اسطرح کہ اسکول کے صبح سویرے کے جلسات کے تقاریر کیلیئے خاص کر اسکول کی قومی سرگرمیوں اور ثقافتی پروگراموں میں مدعو کیئے جاتے تھے۔اسی طرح آپ اسکول کے مقالہ نگاری اور نیوز بوڑ کی خبروں کو آمادہ کرنے کیلیئے بھی شرکت کرتے تھے لیکن انکی

(سیاسی) سرگرمیاں جون ۱۹٦۷ء کی جنگ میں عربوں کی شکست کے بعد بے وسیع پیمانہ پر شروع ہو گئیں ۔

بیسوی صدی کی چھٹی دہائی (۱۹۵۰ تا ۱۹٦۰) میں قومی رجحانات (Nationalistic Tendencies)( جس کے طرفدار جمال عبدالناصر (اسوقت کے سابقہ صدر کے حامی تھے ) اپنے اوج تک پہنچ چکے تھے جس کے اثرات شہید فتحی شقاقی رح کے طرز تفکر پر بھی مرتب ہوئے۔ شہید فتحی شقاقی رح ان دنوں جمال عبدالناصر کے تئیں ایک شخصیت اور عالم عرب کے قائد کے طور پر اپنی عقیدت کے اظہار سے نہیں گھبراتے تھے اور کہتے تھے عبدالناصر سے محبت اور عقیدت ہی کمونیزم رجحان نہ اپنانے کا باعث بنی کیونکہ اس زمانے کا سیاسی میدان اشتراکیت (Socialistic) ،اشتمالیت (Communistic) اور قومیت (Nationalistic) جیسے مکاتب فکر کے حامیوں کے درمیان رقابت کا میدان بن چکا تھا۔ اسطرح کے سیاسی رجحانات کے طرفدار جو فلسطینی سرزمین کے مساوات،استقلال اورآزادی کا نعرہ بلند کرتے تھے،بہت جلد شہید شقاقی رح کو اپنی طرف جذب کرتے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں مجبور ہو گیا اس صورتحال میں کمونیزم کی حقیقت کے بارے میں ریسرچ کروں ۔ ہر طرف چھان بین کرنے کے دوران "حقیقت کمونیزم" نامی کی کتاب حاصل ہوئی جو

مصری وزرات ثقافت ورہنمائی کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔ آپ اس کتاب کے مقدمہ کوپڑھنے کے بعد مزید تحقیق کرنے سے منصرف ہوگئے کیونکہ یہ مقدمہ جمال عبدالناصر نے لکھا تھا جسمیں کمونیسٹوں کو شدت سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا تھالہذاآپ کی سیاسی سرگرمیاں عربی نیشنلیزم تفکرات کے احاطہ میں باقی رہیں ۔

شہید ڈاکٹر شقاقی رح نے ۱۹۶۶ء عبدالناصر کی زیر قیادت غزہ پٹی میں اپنے بعض ہمفکر دوستوں کے تعاون سے پہلی سیاسی تنظیم کی عربی نیشنلیزم کے نظریہ کے تحت بنیاد ڈالی اور مصری صدر کے تجربہ اور طریقہ کار کی بنیاد پر اسکو آگے بڑھایا۔آپ گروہ بندی کے سخت مخالف تھے اور اسکا مقابلہ بھی کرتے تھے اور اپنے ہائر سکینڈری کے ساتھیوں کو گروہی رجحانات سے دور رہنے کے وجوہات بیان کرتے تھے لیکن یہ آرگنیزیشن اپنی سرگرمیوں کو وسعت نہیں دے سکی بلکہ محدود ہو کے رہ گئی آخر کار غزہ پٹی جون ۱۹۶۸ء کی جنگ کے بعد مصری حاکمیت (Authourity) سے خارج ہوگئی اور اسرائیلی قبضے میں چلی گئی اسی کے ساتھ یہ تنظیم بھی ختم ہوگئی۔

## ایک نئی تبدیلی

جون ۱۹۶۷ء میں عربوں کی ناقابل برداشت شکست کی وجہ سے شہید شقاقی رح اور بہت سارے عربی نیشنلیزم کے طرفداروں کی سیاسی زندگی میں

مشترکہ طور پر ایک نیا موڑ آیا۔ عرب کے اعلی اور برتر جوان اور منتخب افراد موجودہ فکری مکاتب کی آپسی سیاسی کشمکش کی جھاڑی میں پھنسے ہوئے پریشان حال تھے اور اس مشکل سے نجات پانے کیلئے راہ حل کی تلاش میں مشغول تھے۔ مسئلہ فلسطین اور صہیونیزم پر غلبہ پانے اور اس جیسے سرطانی پھوڑے کو علاقہ سے نابود کرنے کیلئے عرب کی سیاسی جماعتوں کی عدم توانائی نے اکثر جوانوں کے افکار واذہان کو اپنی طرف مشغول کیا تھا۔ شہید شقاقی رح نے بچپن سے ہی آوارہ وطنی کی مصیبت کو بے گھر لوگوں کے فوجی کیمپوں میں دیکھا اور تجربہ کیا تھا۔ لہذا ہمیشہ آپ آزادی، استقلال اور وطن واپسی جیسے مسائل کی وجہ سے رنجیدہ اور مغموم رہتے تھے انہی مسائل کی خاطر آپ کی آرزوئیں اور تمنائیں بھی مجروح ہویں۔ ١٦ سال کی عمر سے پہلے ہی اپنے مادر وطن واپس جانے کیلئے کوشش کرتے رہے۔ آپ کیلئے یہ ناقابل قبول تھا کہ جمال عبدالناصر جیسے قائد جو اپنے آپ کو عالم عرب کا رہبر اور سرمایہ داریت (Capitalism) اور صہیونیزم کے خلاف جنگ کا علمدار کہتے ہیں، انہیں کے خلاف انہیں کے ہاتھوں اسطرح کی ناقابل برداشت شکست کھائیں۔ بہر حال اس ہار کی وجہ سے شہید شقاقی رح کی روح وفکر میں ایک نئی گہری اور بنیادی تبدیلی آگئی جسکی وجہ سے آپ نے اپنے تفکرات اور خیالات کا از سر نو جائزہ لیا۔

آپ اس بارے میں خود فرماتے ہیں: جون کی جنگ میں عرب حکومتوں کی ناقابل تلافی شکست نے مجھے اور دوسرے بہت سارے ہمدرد جوانوں کو ہلا کے رکھدیا اور ہمارے سیاسی توازن کو بگاڑ دیا۔ مجھے یاد ہے کہ میں اور میرے ہمفکر افراد اسوقت کے موجودہ مصری وزیر اطلاعات جناب محمد حسنین ہیکل کے مقالات اور تحلیلی بیانات سننے کے عادی ہو گئے تھے جو قاہرہ کے ریڈیو اسٹیشن صوت العرب(Voice of Arab) سے نشر ہوتے تھے۔ وہ اپنی تحلیلوں میں باڈر پر صہیونیوں کے مقابلے میں عربوں کی شکست کے عوامل بیان کرتے تھے اور ہم لوگ اسکی وجہ سے ہفتہ بھر کسی حد تک سکون محسوس کرتے تھے لیکن جس دن ہم نے اپنا جائزہ لیا اسوقت یہ نتیجہ ہاتھ آیا کہ اگر جنگ ڈر اور خوف کے ساتھ ہو تو اسکا کوئی فائدہ نہیں ہے لہذا اپنے ذہنوں سے اسکو نکالنا ہی ہوگا ۔ اس طرح ہم بیدار ہو گئے اور اپنے اندرونی وجدان کا بھی جائزہ لینا شروع کیا ۔

لیکن شہید شقاقی رح نے اسوقت کے موجودہ سیاسی رجحانات کی مخالفت کی اور اصول پرست رجحان رکھنے والی جماعت میں شامل ہو گئے وہ خود ہی فرماتے ہیں کہ: ان دنوں جو کچھ بھی لائیک رجحانات (Anti-Religion) کے حامی بیان کرتے تھے، وہ قانع نہیں کر پاتے تھے اسمیں کوئی شک نہیں کہ ان کیلیئے ممکن نہیں تھا باڈر پر صہیونی دشمن کے مقابلے میں

عربوں کی ہار کیلیئے کوئی منطقی وضاحت بیان کریں لہذا میں اور بہت سارے فلسطینی ہمدرد اور غیر تمند جوانوں نے، جنہوں نے پے در پے سالہا سال پریشان اور دربدری کے عالم میں زندگی بسر کی، اسلامی تفکر قبول کیا کیونکہ اسکے پاس ہمارے دن بدن بڑھتے ہوئے سؤالوں اور پریشانیوں کا قانع اور اطمینان بخش جواب اور حل موجود تھا۔ فلسطینی ، عرب عوام اور مصیبت زدہ جوان طبقہ سب کے سب اپنی کھوئی ہوئی پہچان اور اصلیت کے بارے میں مختلف قسم کے سؤالات پوچھتے تھے : کیوں ہم نے شکست کھائی؟ کیونکر اس زمانے میں ہم ہار گئے ؟ کیوں اس سے پہلے فتح ہمارے نصیب ہوتی تھی اور اب اسوقت شکست سے دوچار ہوئے ؟ اور اسی قسم کے دوسرے سینکڑوں کیوں ؟

شہید شقاقی رح کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ جمال الدین عبدالناصر اور دوسرے سارے عربی نیشنلیزم کے پرچمداروں کے پاس (بیسوی صدی کے آخری ۵۰ سالوں میں) امت اسلامی کی مشکل کو حل کرنے کیلیئے واضح اور اطمینان بخش جواب نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں ؛ اسلامی افکار سے آگاہی کی وجہ سے ہمیں سکون محسوس ہوتا تھا میرے لئے شیخ محمد غزالی کی کتاب "کسطرح ہم اسلام کو پہچانیں؟" وسیع اسلامی تفکر اور ہدایات کی شناخت کیلیئے مقدمہ ثابت ہوئی پھر آگے سید قطب کی کتاب بنام راستے کی نشانیاں غزالی کی کتاب سے کہیں زیادہ میرے فکری تبدیلی کا باعث بنی ۔

شہید اپنی فکری تبدیلی کے عوامل کے تجزیہ و تحلیل (Analysis) میں یوں اظہار نظر کرتے ہیں: گھر والوں کا اسلامی احکام و قوانین کی پابندی ، غیر ملکی اور نیشنلیزم (قومیت پر مبنی) افکار کی شکست، اسلامی اور عربی معاشروں کی مشکلات حل کرنے کیلئے اور انکی پریشانیوں کا منطقی اور اطمینان بخش جواب دینے کی تلاش و کوشش، دوسرے عوامل تھے جو میرے رجحان کی تبدیلی میں مؤثر ثابت ہوئے تاکہ وہ اسلامی اصول اور افکار کو عملی جامہ پہنانے کیلئے کوشش کرے۔ شیخ محمد غزالی رح ، سید قطب رح ، ابوالاعلی مودودی رح ، آیت اللہ شہید سید محمد باقرالصدر (قدس سرّہ) ، امام خمینی (قدس سرّہ) وغیرہ جیسے مسلمان مفکرین اور دوسرے اسلامی شخصیات کی تحریروں سے آشنائی بھی آپ کی فکری تبدیلی کا باعث بنی ۔ لیکن کسطرح مسلم مفکرین کے افکار شہید کی فکری تبدیلی میں کارآمد ثابت ہوئے؟ شہید شقاقی رح کچھ یوں فرماتے ہیں: جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں عرب سیاسی جماعتوں کی شکست کے بعد ایسا وقت آپہنچا کہ ہم اپنے تفکر کا جائزہ لیں اور اسلامی افکار کا مختصر مطالعہ شروع کریں جبکہ ہم نے یہ جان لیا کہ بے دین تفکرات ہی جو دین ،سیاست سے جدا ہونے کے تفکر پر مبنی تھے، اسوقت کی شکست اور دوسری تمام شکستوں کا عامل ہیں۔ (اور پھر) اپنے ماضی کے ہمفکر افراد کے ساتھ دوبارہ ہر روز ملاقاتیں کرنا شروع کیں۔ جنمیں قومی مسائل اور امت

اسلامی کے مشکلات کی مفصل طور پر گفت وشنید ہوتی تھی۔ میرے اور اپنے ہمفکر دوستوں کے درمیان لائیک تفکر سے نجات پانے اور اسلام کی طرف آگے بڑھنے کے طریقہ کار پر اعلی سطح پر بحث وجدل ہوتی تھی اور اسیطرح یہ سلسلہ مدت دراز تک چلتا رہا ۔ میں فکری مسائل پر منطقی (Logically) اور وضاحت کے ساتھ انکے مفید ہونے یا نہ ہونے کے لحاظ سے بحث وتنقید کرتا تھا۔ جتنا بھی اسلامی نظریات کا مطالعہ اور تحقیق کرتا تھا اسی سطح پر لائیک (ضد دینی) اور نیشنل (قومی) جماعتوں کے کاموں اور فکری بنیادوں کی زیادہ سے زیادہ تنقید اور تحقیق کرتا تھا ۔ آخر کار میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اب مجھے اپنے راستے اور طریقہ کار کو بدلنا چاہئے لہذا اسلامی افکار کے متعلق اپنی اس ذمہ داری کو اپنے دوستوں کے سامنے رکھا اور اس بات کی تاکید کی کہ میں نے اسکے بعد اپنی سیاسی زندگی اور فکری سوچ میں ایک نئے طرز عمل کو اختیار کیا ہے۔ یہ وہی زمانہ تھا کہ جسمیں ہم نے ایک نئے دور کا آغاز کیا اور غزہ پٹی میں اپنے گھر میں بحث وگفتگو کی میٹنگیں منعقد کرتے تھے جنمیں اسلامی افکار کا مطالعہ، حال حاضر کے مسائل کی تنقید و تحلیل اور نماز جماعت قائم کرنے کے جیسے امور انجام دینا شروع کیئے۔

ڈاکٹر شقاقی رح اس طویل مدت میں کسی حد تک اخوان المسلمین تنظیم کے افکار سے نزدیک ہونے کے باوجود ان کی ہمفکری اور مساوی سوچ کے

حامل نہیں تھے۔آپ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ جو افراد آپ کے گھر میں جمع ہو جاتے ہیں انمیں سے ایک ایسی تنظیم کی بنیاد ڈالے جو جہاد کر سکے یا جنکا نصب العین اور ہدف ترقی پزیر ہو۔

## شہید شقاقی رح اردن کی سرزمین میں

شہید شقاقی رح نے فکری اور سیاسی مخالفتوں کے موازنہ کیلیئے اپنی علمی سطح کو اعلی مدارج تک پہچانے کیلیئے کوشیش کیئے۔ ۱۹۶۸ء میں مغربی جرمنی (اسوقت ابھی مغربی اور مشرقی جرمنی متحد نہیں ہوئے تھے) سے پڑھائی کی اسکالرشپ لینے کی خاطر دریائے اردن کے مغربی ساحلی علاقہ کی بیر زیٹ یونیورسٹی میں داخلہ کیلیئے وہاں کی جانب چل پڑے جہاں آپ کو ایک نئ دنیا سے سامنا کرنا پڑا کیونکہ اس زمانے ہیں وہاں کمیونیسٹ اور لائیک افکار اسطرح چھائے ہوئے تھے کہ مسلم طلاب اپنے عقیدہ کے اظہار کرنے اور نماز قائم کرنے سے شدت سے ڈرتے تھے۔ڈاکٹر شقاقی رح اس بارے میں کہتے ہیں:
جو بھی بیر زیٹ یونیورسٹی میں پڑھتا اور ر سرچ کرتا تھا وہ اتنی پیچیدہ ہوتی تھی کہ جو مجھے ان مشکل سوالوں کے جواب کیلیئے مزید تلاش اور تحقیق کرنے کیلیئے مجبور کرتی تھی ۔یونیورسٹی کی فضا پوری طرح اسلام مخالف تھی ۔ یہاں کی پڑھائی کے علاوہ قدس کے پرائمری اسکولوں میں بھی علم حساب(Mathematics) کی تدریس کرتا تھا۔ یونیورسٹی اسٹڈی کے

دوران غزہ میں اپنے دوستوں کے ساتھ اپنے تعلقات کو محفوظ رکھا،انکے ساتھ ملاقاتیں اور خط وکتابت ہوتی رہیں ۔ قدس میں بھی مختلف فکری رجحانات اور متعدد تمائلات کے حامل افراد کی شدید حساسیت (Strictness)اور کشمکش کے باوجود قومی جماعتوں اور فورسز سے تعلقات برقرار رکھے تھے۔ قومی اور بائیں بازو والی پارٹیوں کے بعض پراگراموں اور سرگرمیوں میں حصہ لیتا تھا یہ سلسلہ میری اسٹڈی کے اختتام تک چلتا رہااور اسکے بعد میں واپس غزہ چلاآیا۔

## شہید شقاقی رح مصر کی سرزمین پر اور جہاد اسلامی تنظیم کی تاسیس

شہید شقاقی رح کو غزہ پٹی سے آئے ہوئے ابھی چند مہینے سے زیادہ نہیں ہوئے تھے کہ آپ نے علم طب(Medical Science) کی تعلیم حاصل کرنے کیلیئے ۱۹۷۴ء میں مصر کی الزقاریق یونیورسٹی میں ایڈمیشن لیا جہاں آپکی سیاسی اور فکری زندگی کے نئے دور کاآغاز ہوا،جو مصر میں سات سال کی مدت میں ۱۹۸۱ء کی واپسی تک دن بدن آگے بڑھتا گیا۔ یہ عرصہ آپکے سیاسی وفکری زندگی کے روشن،اہم اور مؤثر مراحل میں جانا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے خود بھی اپنی عمر کے اواخر میں مزکورہ دور کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ڈاکٹر شقاقی رح وہاں کی تعلیم کے ساتھ ساتھ صوبہ الشرنیہ میں کفرصفیر نامی شہری اسپتال میں ایک سال تک بچوں کے علاج (Treatment)

کیلئے ڈاکٹری کے خدمات بھی انجام دیتے رہے۔ان سات سالوں کی مدت میں مشرق وسطیٰ (Middle-East) میں بہت ساری تبدیلیاں رونما ہوئیں ۔۱۹۷۳ء رمضان المبارک میں عرب واسرائیل کی جنگ کو ابھی چند ماہ نہیں ہوئے تھے کہ اتنے میں ۱۹۷۸ء میں مصراور صہیونی حکومت کے درمیان کیمپ ڈیوڈ نام کا معاہدہ طے پایا۔ اسی دوران مشرق وسطیٰ میں ایران میں کامیاب اسلامی انقلاب رونما ہوا۔اس طرح کی تبدیلیوں نے شہید شقاقی رح کے تفکر اور مجاہدانہ مقابلوں کی تشکیل میں گہرااثر ڈالا۔ جسوقت مصر کے سابقہ صدر انورالسادات ذلت وخواری کے ساتھ نام نہاد مصلحت آمیز مزاکرات اور کیمپ ڈیوڈ معاہدہ تصویب کرنے میں مصروف تھے ، اسی دوران عالم عرب میں بہت سی اسلامی تنظیمیں اور انقلابی فورسز مخفی طور پر (Secretly)اپنی تشکیل اور عمومی سیاست کی اطلاعات کومزید وسعت ، دینے میں مشغول تھیں۔ ان کوششوں کے نتیجے میں انورالسادات مسلمانوں اور عربوں کی آرزؤں کے ساتھ خیانت کرنے اور امریکہ اور صہیونی دشمن کے ساتھ سازش رچنے کے جرم میں مصر کی فوجی تنظیم جہاد اسلامی کے ایک شعبے کے ہاتھوں، جنہوں نے فوج میں بھی شگاف ڈالا تھا ، خالد اسلامبولی کی قیادت میں قتل کیا گیا ۔

•••

مصر کی یونیورسٹیوں میں شہید شقاقی رح اور بعض فلسطینی اسلامی پارٹی کے افراد کی موجودگی میں، مصری جہاد اسلامی تنظیم اور جمیعت اخوان المسلمین کے درمیان ایک طرف سے، مصری اور فلسطینی طلاب اور مفکرین کے درمیان دوسری طرف سے گفت وشنید کا پلیٹ فارم فراہم ہوگیا۔ یہ گفت و شنید شہید شقاقی رح کے افکار پر بہت زیادہ مؤثر ثابت ہوئیں۔ آخرکار ۱۹۷۸ء میں جہادی ایڈیولوژی کے حامیوں کے حق میں نتیجہ ثابت ہوا لہذا اسی وجہ سے ۱۹۸۰ء میں پہلی فلسطینی مرکزی تنظیم بنام جہد اسلامی کی بنیاد مصری شہر الزقادیق کی یونیورسٹی اور دوسری یونیورسٹیوں کے مسلمان اور غیر تمند جوانوں کے ہاتھوں ڈالی گئی۔ اسی بنیاد پر ۶۰ ممبران پر مشتمل ایک منظم سیاسی اسٹاف (Cadre) تشکیل دیا گیا جو پھر فلسطین کے بیچ و بیچ میں اپنے اصلی فوجی سینٹر پر واپس چلا گیا۔

## اسلامی انقلاب کا سورج طلوع ہو گیا

ایرانی اسلامی انقلاب کے عروج نے ڈاکٹر شقاقی رح اور عالم عرب کے دوسرے بہت سارے اسلامی پارٹی کے مفکرین کو اچانک گزشتہ خیال کے برعکس اپنی طرف متوجہ کیا کیونکہ بھت سارے سیاسی مبصرین اور صاحبان نظر جو پہلوی حکومت کی قدرت اور انکے مقام کی بقاء کو اسوقت کے مشرقی یا مغربی سیاسی بلاک (روس یا امریکہ ویورپ) کے وجود میں ہی منحصر سمجھتے

تھے، نے سرے سے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ اسلامی انقلاب اتنی جلدی کامیاب ہوگا اور اگر کہیں کامیاب بھی ہو جایئگا تو کمیونیسٹ افراد اسکی تقدیر اور وجود کو نابود کر دینگے۔ درواقع انکو امام خمینی (قدس سرّہ) کی مدبرانہ قیادت اور عوام کے جدوجہد کی قدرت کی زیادہ کوئی علمیت نہیں تھی ۔ بہرحال بھمن ماہ ۱۳۵۷ھ ۔ ش مطابق ماہ فروری ۱۹۷۹ء میں اسلامی انقلاب نے کامیابیوں کی بلندیوں پر اپنا پرچم لہرایا۔ انقلابی نعروں اور امام خمینی (قدس سرّہ) کے بیانات بالخصوص جو مسئلہ فلسطین سے مربوط تھیں ، نے فلسطینی ملت اور اسلامی پارٹی کے حامیوں اور اسکے ذمہ دار افراد کو صہیونیزم کے خلاف اپنے راستے پر ثابت قدم رہنے، آگے بڑھنے اور انکے ساتھ جنگ میں شدت لانے کیلیئے امیدواری کی روح پھونک دی ۔

شہید شقاقی رح نے فوراً اسلامی انقلاب کے پیغام پر لبیک کہا اور مصر میں آخری دو سالوں کی موجودگی میں انقلاب کے مقاصد اور اسکے مختلف پہلوؤں کی تفصیل اور وضاحت بیان کرنے میں مشغول ہوگئے۔ آپ نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ایک ہفتہ کے بعد ہی ۱۶، ۲، ۱۹۷۹ء کو ایک کتاب خمینی، تنہا واحد ایڈئیل اور اسلامی راہ حل کے نام سے پبلش کی ۔ عربی زبان میں یہ آپکی پہلی کتاب ایرانی اسلامی انقلاب اور امام خمینی (قدس سرّہ) کی قیادت کی خوبیوں کے متعلق تھی جسکے تمام نسخے ہاتھوں ہاتھ بک گئے۔ آپ نے اسمیں عالم

اسلام کو ایرانی اسلامی انقلاب کے طریقہ کار کی بنیاد پر اپنے آپ میں تبدیلی لانے کے ذریعہ کامیابی کی دعوت دی ۔ ایسے اسلامی انقلاب کے زیر سایہ جو انکے بقول ایک فکری ، سیاسی اور کاملاً علمی تجربہ کی بنیادوں پر، شیعوں کے موجودہ نظریات اور تقریباً اہلسنت کے عقائد کے مطابق، استوار تھا۔

فلسطینی تحریک جہاد اسلامی کی قیادت کی طرف سے امام خمینی (قدس سرّہ) کی تحریک کے تائید اور استقبال کرنے کی خاطر، ایسا واضح اور علنی طور پر موقف اختیار کرنا، وہ بھی جب آپ اور آپکے ہمفکر افراد سب مصر میں مقیم تھے، اس ملک اور عالم عرب کے عام وخاص لوگوں کے تفکر میں تبدیلی اور تحول لانے میں بھت ہی زیادہ مؤثر اور کارآمد ثابت ہوا ۔ آپکی مذکورہ کتاب کا مصر اور دوسرے عربی ممالک میں مسلم جوانوں کی جانب سے فقید المثال اور پر جوش استقبال ہوا۔ مصر میں اس کتاب کی ایک ہزار کاپیوں کا ایک ہی ہفتہ کے اندر ختم ہونا خود جوانوں کی طرف سے اسلامی انقلاب کے استقبال کی واضح اور روشن دلیل ہے۔ ڈاکٹر شقاقی رح اسمیں ۱۳۵۷ھ۔ش میں ایرانی مسلم عوام کی طوفان جیسی تیز، شدید اور عظیم حرکت نہ روکنے پر مغربی حکام کی ناچاری اور بے بسی کا اشارہ کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہوتے ہیں کہ: ایرانی انقلاب کے مقابلے میں مغربی وسائل وذرائع ابلاغ پریشان حال اور مبہوت ہو کر رہ گئے ہیں ۔آیت اللہ امام خمینی (قدس سرّہ) کے بارے یوں لکھتے ہیں کہ آزادی کی

پیاسی اور معنویت کی مشتاق دسیوں لاکھوں عوام انکے ارد گرد جمع ہو گئی ہیں ۔ امریکی اور مغربی سیاسی مبصرین اور صاحبان نظر بے بس اور پریشان ہو گئے تھے وہ یہ سوال پوچھتے تھے کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کا جو تقریبا ۱۳۰۰ سو سال پہلے رونما ہو گئی ہے ، مغربی ایشیاء کے سیاسی حکومتوں میں اعلی ماڈرن ، ترقی یافتہ اور سب سے زیادہ مستحکم نظام کی نیست و نابودی کے ساتھ آپسمیں کیا رابطہ پایا جاتا ہے ۔ ؟!! (یعنی وہ سمجھ گئے کہ ایرانی عوام نے شاہی پہلوی نظام کو واصل جہنم کرنے میں واقعہ کربلا کو ہی اپنا نمونہ عمل بنایا ہے ! ) ۔

ڈاکٹر شقاقی رح عالم اسلام میں اسلامی بیداری کی لہر کی توسیع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ : ۱۹۷۸ء میں آئے ہوئے ایرانی اسلامی انقلاب نے امت اسلامی کے جسم و ڈھانچے میں ایشیاء اور مشرق وسطیٰ، شمالی افریقہ سے لیکر انڈونیشیا تک بیداری کی نورانی روح پھونکی ۔ سارے مسلمان صدر اسلام کی روشن اور تابناک کامیابیوں کی یاد میں ایران کے تہران، قم اور اسکے دوسرے شہروں کی جانب دیکھنے اور اس سے امید لگانے لگے ۔ انقلابی ستونوں کے استحکام کی وجہ سے امت مسلمہ زیادہ سے زیادہ اسکی طرف آنے اور اسکو اپنانے لگی مختلف مسلم جماعتیں اور مسلم عوام نے مختلف ممالک کے بڑے ، معروف اور مرکزی شہروں مثلاً قاہرہ ، دمشق ، کراچی ، خارطوم ، استانبول ، بیت المقدس نیز دنیا کی ہر مسلمان نشین جگہ پر ، باہر

سڑکوں پر آکر ایرانی انقلاب کے تیئں خوشی اور مسرت کے جشن اور محافل کا انعقاد کر کے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔

## شہید شقاقی رح کی گرفتاری

شہید شقاقی رح خمینی، تنہا واحد ائیڈیل اور اسلامی راہ حل کتاب کی اشاعت کی وجہ سے قاہرہ میں چار دن گرفتار کئے گئے۔ آپ کو دوبارہ ۲۰، ۷، ۱۹۷۹ کو سیاسی، اسلامی سرگرمیوں میں آپکا ہاتھ ہونے کے الزام میں قاہرہ کے نزدیک القلعہ نامی جیل میں گرفتار کیا گیا ۔آپ نے جیل میں موجود سیاسی قیدیوں پر، جنمیں اکثر مصری مسلمان جوان تھے ، گہرا اثر ڈالا۔ آپکی اس گرفتاری میں یہ بات اہمیت کی حامل ہے کہ اس مدت میں جنرل کمانڈر فؤاد علام نے آپ سے جتنی بھی تفتیشیں (Inquiry) کئیں لیکن آپ سے کسی بھی قسم کا اعتراف نہ کرا سکا ۔

ڈاکٹر شقاقی رح کی واضح اور کھلے عام سرگرمیاں مذکورہ کتاب تک محدود نہیں تھیں بلکہ انہوں نے دسیوں مطالب اور باتوں کو گفتگو ، رسرچ ، مضمون نگاری اور شاعری کی صورت میں ، اپنے دو معروف عزالدین الفارس اور عزالدین ابراہیم کے قلمی ناموں سے پبلش کروایا۔ آپ کے مضامین مصر میں ماہنامہ المختار الاسلامی اور ہفتہ وار اعتصام میگزینوں جو مصر کی جمیعت اخوان المسلمین کیلئے عضوء کی حیثیت رکھتی تھیں ، میں نشر

ہوتے تھے ۔ شہید شقاقی رح ۱۹۷۹،۱،۱۱ء کی تاریخ کو انور السادات کے قتل ہونے کی وجہ سے اسلامی پارٹی کے کارکنان اور افراد سے انکوائری اور گرفتاری کے بعد مصر سے واپس مقبوضہ فلسطین لوٹے اور یہاں آکر اپنی سیاسی زندگی کا نیا دور شروع کیا ۔آپ نے مقبوضہ غزہ واپس آنے کے بعد فوراً پورے مقبوضہ فلسطین میں تحریک جہاد اسلامی کے اسٹافوں اور مراکز کو منظم کرنے اور پھر انکو وہاں کی مختلف جگہوں پر بھیجنے کا کام شروع کیا ۔انور السادات کے قتل ہونے کے بعد مصر میں فلسطینی انقلابی اور اسلامی پارٹی کے جوانوں پر زیادہ شدید دباؤ ڈالنے اور محاصرہ میں رکھنے کی وجہ سے فلسطینی تحریک جہاد اسلامی کے بہت سارے اسٹاف ممبران اور اسکے مؤسسین نے بعض یورپی اور امریکی ممالک کی جانب ہجرت کی تاکہ وہاں جاکر اس تحریک کی نظریاتی اور نشریاتی لحاظ سے حمایت کر سکیں اور اسکے اپنے ہدف پر ثابت قدم اور گامزن رہنے کیلئے مغربی ممالک میں مقیم عرب اور مسلمان سرمایہ داروں سے مالی امداد اکھٹا کر سکیں ۔ کیونکہ ان دنوں مختلف جماعتوں اور اسلامی تنظیموں کے گروہوں کی نشریاتی اور سیاسی سرگرمیوں کیلئے، عربی ممالک کی بہ نسبت مغرب میں میدان زیادہ ہموار تھا ۔ اسی وجہ سے اس تحریک کے بعض حامیوں نے انگلینڈ پہنچنے کے ساتھ ہی الطلعیہ الاسلامیہ کے نام سے ماہنامہ میگزین پبلش کرنا شروع کیا جو چند دنوں کے بعد ہی بیت المقدس کے شہر میں مخفی طور پر دوبارہ چاپ کیا

گیااور سارے مقبوضہ فلسطین میں تقسیم کیا گیا ۔یہ میگزین انگلینڈ میں طباعت کے بعد بہت سارے عربی اور اسلامی ممالک کو بھی ارسال کیا گیا ۔ شہید شقاقی رح اور انکے ہمفکر افراد اس مجلہ میں عالم اسلام کی پوزیشن ،ایرانی اسلامی انقلاب ، مسئلہ فلسطین کی تقدیر اور سرنوشت ، صہیونیزم جیسے دشمن کے ساتھ لڑنے کے طریقہ کار اور اتحاد بین المسلمین کی ضرورت کے بارے میں اپنے نظریات بیان کرتے تھے ۔

ابھی شہید شقاقی رح کو واپس آئے ہوئے چند مہینے بھی نہیں ہوئے تھے اتنے میں (۱۹۸۲ء) لبنان پر صہیونی حکومت کی طرف سے وسیع فوجی حملہ ہو گیا ۔ اس حملے کا مقصد لبنان سے یاسر عرفات کی زیر قیادت فلسطین کو آزاد کرنے والی تنظیم کے آخری اور کامل اخراج کیلئے کوشش کرنا اور مقبوضہ فلسطین کے ساتھ والی لبنانی سرحد پر چھاپہ مار فوج کو دور کرنا تھا ۔ اسرائیلی سیاستدانوں اور کمانڈر یہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے فلسطین کی قومی جہادی تحریک کی نابودی کیلئے لبنان میں داخلی جنگ کو بھڑکانے اور پھر آخر کار باقی بچے ہوئے فلسطینی چھاپہ مار افواج کو باہر نکالنے کیلئے انکی ساری تدبیریں الٹی ہو جائیں گی اور لبنانی اسلامی پارٹی اور لبنان کی اسلامی مقاومت فورسز انکا جائگزین بن جائیگے اور پھر مستقبل میں مقبوضہ زمین میں یہ موجود فلسطینی اسلامی پارٹی کے فورسز کے ساتھ متحد ہو جائیں گے ۔ ۱۹۸۲ء میں صہیونی حکومت نے لبنان

سے فلسطین کی قومی جہادی تنظیم کے اخراج ، اور لبنانی عیسائیوں (Maronite) کو مسلط کرنے اور اس ملک کے ساتھ سیاسی تعلقات قائم کرنے کیلئے سازش رچی تھی ۔ڈاکٹر شقاقی رح اور فلسطین کی تحریک جہاد اسلامی کے اسٹاف میں موجود انکے ہمفکر افراد صہیونیوں کے طویل المدت مقاصد کو اچھی طرح پرکھ چکے تھے ۔ آپ لوگوں کا یقین تھا کہ خدانکردہ اگر صہیونیوں کے خلاف جنگ اور لڑائی کے طریقہ کار میں کوئی خلل اور نقص پیدا ہو جائے تو مستقبل قریب میں سارا مشرق وسطیٰ صہیونی حملوں اور جنگوں کا میدان عمل بن جائے گا ۔ لہذا اسی نظریہ کی بنیاد پر ساری مقبوضہ سرزمین میں فلسطینی تحریک جہاد اسلامی کی سب سے اہم اور ضروری کوشش اور سرگرمی یہ تھی کہ نئے اور ذمہ دار و وفادار اسٹافز کی تعلیم و تربیت کی جائے اور ایسے فوجی اور عقیدتی مراکز تشکیل اور تعمیر کیے جائے جو ایثار کرنے والے، فداکار اور دلیر جوانوں پر مشتمل ہوں ، لیکن جلدی ہی اسرائیلی سلامتی کارکنوں نے مزکورہ سرگرمیوں کا پتہ لگایا اور پھر اسکے نتیجہ میں ۱۹۸۳ء کو ڈاکٹر فتحی شقاقی رح بیت المقدس کے ویکٹوری اسپتال کی موجودگی میں ، جہاد اسلامی تنظیم کی تشکیل کے الزام میں ۱۱ مہینے کیلئے گرفتار کیے گئے۔

لبنان میں صہیونی حکومت کی ملٹری اور امریکہ ،فرانس ،انگلینڈ اور اٹلی جیسے ممالک کی چند قومی دخالتی فورسز کو شکست نصیب ہوئی جو اسلامی مقاومت

کے زبردست حملے کی برکت سے رونما ہوئی اور جسکی وجہ سے اسرائیلی ملٹری فورسز سرزمین لبنان کے زیادہ حصے سے پیچھے ہٹ گئے ۔ اس شکست کے بعد مقبوضہ فلسطینی سرزمین میں مجاہدین کی فعالیت میں نئی شکل پیدا ہوگئی ( اور اپنے مشن صہیونی حکومت کی نابودی میں مزید مصمم اور قوی ہوگئے ) ۔ اسی اثناء میں ۱۹۸۶ء میں شہید شقاقی رح تحریک جہاد اسلامی، صہیونی حکومت کے خلاف کی تحریک اور غزہ پٹی میں ہتھیاروں کے منتقل کرنے کی قیادت کے الزام میں گرفتار کیے گئے جہاں پھر آپکو ۴ سال یقینی اور ۵ سال شرطی سزا سنائی گئی۔ صہیونی حکومت کے عہدیداروں نے آپکی سزا مکمل ہونے سے پہلے ہی آزاد کر کے ۱۹۸۸،۸،۱ء کو وہاں سے جنوبی لبنان جلاء وطن کیا اسوقت کے موجودہ صہیونی جنگی وزیر اسحاق رابین نے خود شہید شقاقی رح کو فلسطین سے وطن بدر کرنے کا حکم دیا ۔ شہید شقاقی رح کی گرفتاری کے ساتھ ہی تحریک جہاد اسلامی کے مسلحہ حملوں میں بڑے پیمانے پر وسعت پیدا ہوگی۔

# شہید شقاقی رح کے تفکر میں تبدیلی کا زمانہ اور امت اسلامی کا بحران۔

## کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے ؟!

اسمیں کوئی شک نہیں ہے کہ عالم اسلام اور عالم عرب کے مسائل اور حالات بالخصوص مسئلہ فلسطین نے شہید شقاقی رح کی فکر کو جوانی سے ہی اپنی طرف متوجہ کیا تھا۔ آپ اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ عربوں اور مسلمانوں کے مشکلات اور فلسطین کے داخلی مسائل کے درمیان ایک گہرا رابطہ پایا جاتا ہے ۔آپ یقیناً عربی اور اسلامی امت کی تحریک کی تشکیل پانے اور قدیم اور جدید استعماروں کے ہتھکنڈوں سے حقیقی آزادی کے خواہاں تھے ۔ آپ اپنی دور اندیشی سے امت اسلامی کے موجودہ بحرانوں کے بنیادی علل واسباب کی وضاحت کرتے تھے اور تاکید کرتے تھے کہ عصر حاضر کے سیاسی ، مالی ، ثقافتی ، سیاسی اور عقیدتی بحرانوں میں امت اسلامی کا کوئی ہاتھ نہیں ہے۔ بلکہ آپ کی نظر میں ان بحرانوں کے دو اصلی عوامل تھے۔ ۱۔ عرب حکمران اور ۲۔استعماری اور صہیونی مشینری۔ آپ کی نظر میں ان سب کی اصل دو صدی پہلے کی طرف پلٹتی ہے۔اس زمانے میں ایک طرف سے عالم اسلام اور

حکومت عثمانی ، اور دوسری طرف سے صنعتی اور استعماری یورپ ، دونوں قدرت کے درمیان تقابل کرنا سخت ہو گیا تھا۔ مغربی یورپ اپنے صنعتی اور سماجی انقلاب کی وجہ سے اسلامی ممالک پر مسلط ہونے اور انکے قدرتی ذخائر اور دولت کو ہڑپنے کیلئے شدت سے پیاسا تھا۔ آپ کی نظر میں موجودہ زندگی کا اہم ترین سوال یہ ہے کہ کیا اسلام اور یورپ کے مابین موجودہ مسائل و مشکلات کی بحث و گفتگو اس بات سے کوئی تعلق رکھتی ہے کہ دوسروں نے ترقی کی اور ہم لوگ پسماندگی کا شکار ہو گئے یا یہ کہ یورپ مسلمان سرزمینوں پر قبضہ کرنے ، انکے قدرتی ذخائر ہڑپنے، ان پر حکومت پانے کی کوشش کرنے اور سازشیں رچنے کے جیسے جھانسوں کے ذریعہ ہم پر غالب ہو گیا ہے۔ لہذا کیا یہی ہماری پسماندگی کا سبب بنا ؟ یا یہ کہ ہم لوگوں نے خود ہی کوتاہی کی اور ہمارے اندر ہی صنعتی اور ٹیکنالوجی ترقی کیلئے کسی طرح کا جذبہ اور شوق ہی نہیں پایا جاتا تھا۔

شہید شقاقی رح کی نظر میں یہ ایک علمی (Academic) سوال ہے۔ اہم مسئلہ یہ ہے کہ عصر سلجوقیان اور غزالی اور ابن رشد کی گفتگوؤں کے بعد امت اسلامی کیلئے نئے طریقہ کار کا آغاز ہوا تھا لیکن جو کچھ بھی اجتماعی بیداری اور آگاہی کی توسیع کیلئے عقلی اعتبار سے کوئی کردار ادا کرتا تھا اسمیں وہ سب کچھ ختم ہو گیا جسکے نتیجے میں امت کمزوری اور گوشہ نشینی کی سمت حرکت

کرنے لگی لیکن یہ بات نظر انداز نہ کی جائے کہ ممکن ہے اسمیں مسلمانوں کی صنعتی اور اجتماعی پسماندگی بھی مؤثر رئی ہو ۔ گذشتہ مورخین نے اسوقت کے لوگوں کی علمی اور فکری پسماندگی کو جس مقدار میں موجودہ نسل کیلئے بیان کیا ہے اور جسے ہم بھی اسیطرح قبول کر چکے ہیں ، اس حد تک نہیں تھی البتہ افسوس کا مقام یہ ہے کہ سیاسی اور اجتماعی اور صنعتی معاشروں کی نئی بنیاد ڈالنے کے فیصلوں میں صحیح اور سالم عقل، منطق اور تفکر کا رول بہت ہی کم رہا ہے ۔ جہالت ، بدانتظامی اور ممتاز افراد کی مغربی پیروی جیسے دوسرے اسباب نے امت کی ترقی اور پیشرفت (Development) کی جانب چلنے والی گاڑی کے پہیوں میں اسطرح لکڑی ڈالی کہ نہ فقط اسکی اسپیڈ روک کر آگے چلنے نہ دیا بلکہ معاشرے میں جمود، پسماندگی، گوشہ نشینی اور ضعیفی کے رجحان (Inclination) کو بھی رواج دیا ۔ ایسی پوزیشن میں فیصلے لینی کی ساری قدرت ڈکٹیٹر شپ کیطرح غرب زدہ ،انکے آلہ کار حکومتی عہدیداروں کے ہاتھوں میں چلی گئی۔ لہذا استعمار کی خدمت کرنے والے نمائندے ہی فیصلوں کو حتمی شکل دیتے تھے۔ اسی وجہ سے ان واقعات کے نتیجے میں ہی گذشتہ دو صدی سے لیکر آج تک نااہل افراد بر سر اقتدار آتے رہے اور دوسری طرف سے باصلاحیت افراد کو حکومتی فیصلوں میں شرکت کرنے سے روکے جاتے رہے ۔ روایت پسند اور شہنشاہی حکومتوں نے جو کسی بھی عوامی بنیاد

ومرکز کے حامل نہیں تھے ، اپنی راستے کو عوام سے دورر کھا ، چونکہ وہ ہتھیاروں سے لیس نہیں تھے لہذا انکے پاس امت کو آزادی دلانے اور انکی تمنائیں پوری کرنے کی قدرت بھی نہیں تھی ۔ غربزدہ اور انکے آلہ کار حکمرانوں نے اپنے مقام و منصب کے استحکام کیلیئے بیگانوں کے یہاں پناہ لی جسکے نتیجے میں مسلم امتوں نے دسیوں سال کا طویل عرصہ استعماری اسیری اور گرفتاری میں گزارا ۔

اسی وجہ سے مغرب کے بہ نسبت مسلمانوں کی دشمنی اور کینہ کی دلیل بھی یہی ہے کہ وہ مغرب کو اپنی بدحالی میں گرفتار ہونے اور موجودہ پسماندگی کا ذمہ دار سمجھتے ہیں ۔ جدید یورپ ، اٹھارویں صدی کے اواخر سے لیکر عصر حاضر تک حکومت طلبی اور غارتگری کے منصوبے لیکر مسلمانوں کے کمین میں بیٹھا ہوا تھا۔ یورپ دن بدن ٹیکنالوجی اور دوسرے شعبوں میں جتنی زیادہ ترقی کرتا گیا وہیں اسی دوران اس نے شہنشاہی لیکر اپنے آلہ کار حکام اور نمائندوں کی مدد سے عربی اور اسلامی ممالک کو فقیری اور پسماندگی کے عالم میں باقی رکھا اور انکی ترقی اور تبدیلی میں مانع بن گیا ۔ اسلامی معاشرے بھی مغرب کے اس فوجی، سیاسی ، ثقافتی ، اقتصادی اور تجارتی حملوں کے سیلاب کے سامنے اپنے آپ کو اپنی ثابت قدمی ، مقاومت اور استقلال پر باقی رہنے

میں کمزور اور بے بس سمجھتے تھے لہذا دنیا کی تبدیلیوں اور ترقیوں کے قافلے کے ساتھ قدم نہ بڑھا سکے۔

## امت اسلامی کا بے سابقہ خطرناک اور افسوسناک بحران

شہید شقاقی رح عالم اسلام کی ابتر حالات سے رنجیدہ ہو کر اس بات کی تاکید کرتے تھے کہ امت اسلامی آج جس بحران کی شکار ہے یہ صدر اسلام سے لیکر عصر حاضر تک گذشتہ تمام بحرانوں سے زیادہ پیچیدہ اور سخت ہے ۔ آپ یوں فرماتے ہیں کہ : موجودہ حالات اسقدر پیچیدہ اور دشوار ہیں کہ اسلامی ممالک کے ارباب اقتدار نے ملکی امور کے باگ ڈور (Authority) اپنے ہاتھوں سے کھو دی ہے یہاں تک کہ اب امت کی نجات کیلیئے نئے راہ حل کے پیدا کرنے کی قدرت بھی انکے پاس نہیں رہی ۔ شہید شقاقی رح اس حالت زار سے نجات پانے کیلیئے مسلمانوں کو بڑی سطح پر اپنے وجدان کو بیدار کرنے اور نئے مکمل اور بنیادی تعمیری کام کی دعوت دیتے ہیں اور یوں اظہار کرتے ہیں کہ اسلامی ممالک میں اس مسئلہ کا آزادی اور صنعتی انقلاب کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، ہمیں موجودہ حالت کے خاتمہ کیلیئے مغربی سرحد کے ساتھ ایک طویل اور انتھک لڑائی جو نو جنگوں اور نو صلحوں پو مشتمل ہو، لڑنے کی ضرورت ہے کیونکہ مغرب بشریت کا دشمن ہے، لہذا ہمیں مغرب کے ساتھ اپنے تعلقات پر نظرثانی کرنی چاہیے۔ فلسطینی تحریک جہاد اسلامی کے بانی شہید

شقاقی رح مغربی پیروی کے اسباب یا مغرب سے اسلامی ممالک کی وابستگی کو امت اسلامی کی پسماندگی کی علت سمجھتے ہوئے ساری امت کو نصیحت کرتے ہیں کہ تمام سیاسی اور ثقافتی طاقتوں اور سلسلوں کے ساتھ جو مغرب سے وابستہ اور اپنی تقدیر کو انکے ساتھ ملائے ہوئے ہیں، جنگ کریں، تاکہ اسطرح عالم اسلام کی اس بری حالت کا خاتمہ کر سکیں۔ اس بات کو عملی جامہ پہنانے کیلیے اسلامی معاشروں کو اقتدار، شجاعت اور موجودہ حادثوں کی تحقیق کی ضرورت ہے۔ شہید شقاقی رح تمام مسلم ثقافتی گروہوں اور اجتماعی طاقتوں کو موجودہ حاکم سلسلوں اور وابستہ قدرتوں پر نظرثانی کیلیے ایک مشترکہ فکری اور معیاری حکمت عملی (Standard Planing) تیار کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ حکمت عملی گذشتہ فکری، اجتماعی اور ثقافتی میراث اور موجودہ علمی ترقیوں کے درمیان ایک ارتباط پیدا کرنے کی بنیاد پر استوار ہونی چاہیے۔ اسلام کے تعلیمی، اقتصادی، اجتماعی اور حکومتی نظام میں اتنی قدرت ہو کہ حکومتی اور عوامی سطح پر جو نفاق اور لڑائی کی لہر پائی جاتی ہے ، اس سے نجات پا سکیں ۔

## سیاسی مکڑی جال سے آگاہ ہو جاؤ

ڈاکٹر شہید شقاقی رح کی نظر میں ہمیں اس بات سے آگاہ ہونا چاہیے کہ موجودہ حاکم سیاسی اور غیر ملکی افراد سے وابستہ نظاموں کو مکڑی کی جال سے

تشبیہ دیں جنہوں نے ہمارے ملکوں کی تقدیر کو غیر ملکی افراد (استعماری قدرتوں) کے ساتھ جوڑا ہے۔ اس بات کو جان لینا ضروری ہے کہ یہ سب نظام آپسمیں ایک دوسرے سے متصل چینلوں کی طرح ملے ہوئے ہیں جو ہماری ساری اسلامی سرزمینوں کی تقدیر کو اپنے ہاتھوں میں لئے ہوئے ہیں، محروم مسلمانوں کی ہوا سے ہی سانس لے رہے ہیں، اسلامی سرزمینوں کے پانی سے ہی زندگی گذار رہے ہیں اور غیر ملکی افراد کے منافع اور فوائد کیلئے مزدوری اور خدمت کر رہے ہیں۔ یہ مکھڑی کے سلسلے اسقدر وسیع اور مضبوط ہیں کہ انکو ایک جگہ ایک ہی وقت میں نیست و نابود نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی انکے خطرے سے اتنی جلدی نجات پاسکتے ہیں۔ چونکہ یہ سب پوشیدہ سلسلے عالمی استکباری نامرئی سامراجی سسٹم کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں، لہذا انکو نابود کرنے کی پلاننگ یا ان سے نجات پانے والی حکمت عملی جامع، بنیادی اورعالمی سطح کی ہونی چاہیے۔ ان مکڑی سلسلوں (political systems) نے بہت سارے اسلامی ممالک اور تیسری دنیا ایشیاء اور افریقہ سے لیکر لاطینی امریکہ اور مشرقی یورپ تک اپنے جال کا سایہ بچھایا ہوا ہے اور اس کی جڑیں دنیا کے ساری محفلوں اور انجمنوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ بات نہایت اہمیت کی حامل ہے کہ امریکہ اور روس کو چھوڑ کر، بہت سارے یورپی ممالک کی ملٹری فورسز کی تعداد تیسری دنیا کے ممالک کی ملٹری فورسز

کے مقابلے میں قلیل ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ (اپنی اتنی قوی قدرت کے باوجود بھی) مغربی یورپی ممالک ہی تیسری دنیا کے بہت سارے حصوں پر حکومت کررہے ہیں۔ مثال کے طور پر ترکیہ کی ملٹری فورسز کی تعداد انگلینڈ اور فرانس کی ملٹری فورسز سے دگنی ہے لیکن یہی فوج بحرروم (Mediterranean Sea) کے مشرقی حصے پر مغربی تسلط کے استحکام کیلئے مامور کی گئی ہے۔

آپ مزید یوں فرماتے ہیں کہ بعض عربی اور اسلامی حکومتوں نے اسلامی حکومتی نظام انتخاب کر لیا ہے اور سیاسی اور نظریاتی اعتبار سے بھی بہت حد تک استقلال حاصل کر چکے ہیں لیکن دنیا کے اقتصادی سسٹموں کی عام لوٹ مار اور دولت کی غیر منصفانہ تقسیم کاری نے اسقدر براثر ان چھوٹی حکومتوں کے ضعیف ڈھانچے پر ڈالا کہ مزکورہ ممالک کے سروں پر کروڑوں ڈالروں قرضہ کے بادل منڈلانے لگے اور اس آفت کی وجہ سے انکی آزادی پر ایک کاری ضرب لگائی ۔ اسی وجہ سے ہم بھی تاکید کررہے ہیں کہ آپس میں متصل یہ سیاسی نظام جوایک ہی جڑے ہوئے سلسلے (Connected systems) کے عضوء ہیں، جو گزشتہ صدی کے اوائل میں ایک ہی عرصہ کے اندر اسلامی دنیا کے بہت سارے حصوں پر حاکم ہوگیا۔ لہذا ہمیں ہوشیار رہنا چاہیے اور یہ جان لینا چاہیں کہ آزادی طلب کاروائیوں کی پلانگ کیلئے سب لوگوں کے قیام اور

جہاد کی ضرورت ہے البتہ اس کے ساتھ یہ بھی لازمی ہے کہ ہمیں اس عالمی استکبار سے وابستہ مکڑی جال کے ہر حلقہ اور پردہ کو بھی اسی قیام کے ساتھ ہی اپنے ہدف میں شامل کرنا ہے۔ لیکن دوسری طرف سے یہ واضح ہے کہ کسی طرح کا بھی سیاسی استقلال، ثقافتی وابستگی کی آزادی مستقل فکری ، ثقافتی اور اجتماعی پروگرام کے بغیر کامیاب نہیں ہوگی اور اگر کہیں ایسی کوئی کامیابی نصیب بھی ہوگئی تو وہ جلدی ہی بڑی سطح پر بہت سارے دباؤ کے تحمل کے بعد زمانہ کے میدان سے ہی حذف ہو جائے گی ۔ اسی طرح سیاسی قدرت اور اقتصادی آزادی کے حصول کیلئے جو بھی جدوجہد ایک اسلامی یا عربی ملکی سرحدوں کے اندر کی جائے گی ، وہ بھی ناکامیاب رہے گی ۔ شہید شقاقی رح کی نظر میں صہیونی حکومت کا خطرہ فقط کسی ایک جغرافیائی زون یا کسی فلسطینی ملت جیسی ایک خاص قوم سے مخصوص نہیں ہے بلکہ اس خطرے کے بادل مشرقِ وسطیٰ کے سارے ممالک کے سروں پر منڈلا رہے ہیں۔ اسی وجہ سے ہمیں فلسطینی سرزمین کی آزادی کیلئے سارے مشرقِ وسطیٰ خطے میں موجود ساری ملتوں کے وسائل (facilities) کی فراہم ہونے کی ضرورت ہے۔

شہید شقاقی رح کی تالیفات، تقاریر اور گفتگوؤں سے بھی یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ آپ، حقیقی استقلال کیلئے تحریک کی تشکیل اور آزادی کے حصول میں

دینی قائدین، ذمہ دار علماء اور امت مسلمہ کے نقش قدم کے نہایت ہی زیادہ اہمیت کے قائل تھے۔ آپ کہتے ہیں کہ: دینی سربراہ وسعت علمی اور آزادی طلبی کی ثقافت کے ذریعہ امت کو حصول آزادی کی راہنمائی کر سکتے ہیں کیونکہ امت کی روح، ہمیشہ آزادی کی جانب رغبت و رجحان رکھتی ہے۔ تحریک اور بیداری میں واقعی انقلاب اور تبدیلی لانے کی ضرورت ہے۔ اس نصب العین کو عملی جامہ پہنانے کیلئے امت اور دینی سربراہوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ صبر و تحمل اور ایثار و فداکاری کے ذریعے اپنے آپکو موجودہ صورتحال کو بدلنے کیلئے تیار کریں۔ اس سنگ تراش کی طرح جو پتھر پر اپنا ہتھوڑا مارمار کر عرق آلود ہوجاتا ہے تا کہ ایک خوبصورت مجسمہ بنا سکے، اسیطرح ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ ہمارے جسم سے بھی جدوجہد اور فداکاری کرتے کرتے پسینہ آنے لگے کیونکہ معاشرہ میں جو بھی تبدیلی رونما ہوگی وہ ہمیں اپنے مقصودہ ہدف کی رسائی میں مددگار ثابت ہوگی البتہ اس کیلئے ہمیں متعدد مراحل سے گزرنا ہی پڑے گا۔

شہید شقاقی رح استعماری بیگانوں کے نفوذ کے مقابلے میں عوامی استقامت کی توسیع کو ہدف قرار دیکر، قومی اور مذہبی سیاسی تنظیموں اور محلی جماعتوں کی تشکیل کے خاطر جدوجہد کرنے، قومی اور اسلامی اقدار کی حمایت کرنے، اور امت کی تاریخی ثقافت اور اصولوں کی پاسبانی کی تلاش و کوشش

کو ضرورت زندگی قرار دیتے ہیں ۔ آپ ہمیشہ یہ کہا کرتے تھے کہ مذکورہ موارد کو حتی الامکان موجودہ حاکم سسٹموں سے الگ ہو کر عملی جامہ پہنایا جائے کیونکہ وہ اعتماد کرنے کی لائق نہیں ہیں۔ اسیطرح یہ بھی ضروری ہے کہ یہ عوامی تنظیمیں اور جماعتیں سیاسی، ڈپلومیٹک اور انٹر نیشنل قدرتی معیاروں اور اصولوں سے دور رہنی چاہیں تاکہ کسی مشکل یا محدودیت کا سامنا نہ کرنا پڑے ۔ اگر عوامی اور رسمی لحاظ سے امت کی سیاسی تحریکوں بالخصوص اسلامی پارٹی اور قومی پارٹی جیسی دو اہم جماعتوں ، کے درمیان مشترکہ منافع اور مقاصد کی بنیاد پر اتحاد ہو جائے اور ایک ساتھ جدوجہد کرنے پر عمل کریں تو انکے اختلاف میں کمی واقع ہو جائے گی ۔

شہید شقاقی رح اقتصادی اور اجتماعی شعبے میں اس نظریہ کے معتقد تھے کہ داخلی قوتوں کے اتحاد و یکجہتی اور محلی جماعتوں کی مضبوطی کا جائزہ لینے کیلئے یہ لازمی شرط ہے کہ صنعت و حرفت اور دست کاری جیسے کاموں میں تعاون اور خوشی کا ماحول پیدا کیا جائے ،اور اسیطرح وقف جیسی عظیم سنت کو دوبارہ ماضی کی طرح زندہ کیا جائے۔ تعلیمی ، عمومی ادارہ صحت ، اشاعت وطباعت جیسے شعبوں کی توسیع کو معاشرے میں حصول آزادی کیلئے عوامی ثابت قدمی کے بنیادی ارکان میں جانا جاتا ہے۔ امت کو غذائی مواد کی پیداوار میں بے نیاز اور خود کفا ہونے کیلئے زراعتی انقلاب لانے کی ضرورت ہے تاکہ اپنی ضروری

اشیاے خورد و نوش کو خود ہی مہیا کر سکیں۔ یہ بھی لازمی ہے کہ ہمارے اقتصادی اور تجارتی تعلقات پہلے مرحلے میں عربوں اور مسلمانوں کے درمیان قوی ہونے چاہییے پھر دوسرے مرحلے میں تیسری دنیا کے ممالک کے ساتھ مزید تعلقات بڑھائے جائیں۔ قومی سربراہوں کو یہ اعلان کرنا چاہییے کہ اگر امت یقیناً آزادی چاہتی ہے تو اس کیلئے یہ ضروری ہے کہ وہ عزت نفس اور غیر تمندی کے ساتھ زندگی بسر کریں اور مغربی صنعت اور ٹیکنولوجی سے حاصل ہونے والی آسائش کو چھوڑ دیں۔ اسلامی ممالک میں اقتصادی استقلال اور اسکی توسیع، مستقل طور پر قومی ذخائر سے فائدہ اٹھانے اور آپسمیں مشترکہ تجارتی مارکیٹ کی تاسیس سے فراہم ہو سکتا ہے۔

شہید شقاقی رح پہلے تین دہائیوں میں اس بات پر یقین رکھتے تھے کہ عرب اور مسلمان قدرتی ذخائر سے سرشار ہونے کے باوجود بھی ایک قسم کی اجتماعی اور اقتصادی پسماندگی کی وجہ سے سختیاں برداشت کر رہے ہیں۔ پسماندگی (Backwardness) ایک ایسی اصطلاح ہے جو ایک معین تاریخی حقیقت کو بیان کرتی ہے لیکن یہ کسی بھی صورت میں مطلق اور عمومی نہیں ہوتی۔ عموماً عربی اقتصادی گفتگوؤں میں یہ رسم ہے کہ پسماندگی اور ترقی کے متعلق بطور مطلق بحث کی جاتی ہے لیکن عمومی سروے پر مبنی علمی تحقیقوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ نظریہ دقیق اور محکم نہیں ہے۔ کیونکہ

اجتماعی توسیع اور اقتصادی ڈھانچوں کی تبدیلی کے درمیان موجود آپسی ارتباط کے باوجود بھی وہ آہستہ سے ہی اپنا اثر دکھاتی ہے حتی عالم اسلام اور عرب میں مشینی انقلاب (Mechanism change) کے بعد بھی یہی صورتحال دیکھنے کو ملی ہے۔اسی بناپراب ایک ذمہ دار مسلمان کو چاہیے موجودہ صورتحال میں ترقی اور توسیع کی سرگرمیوں کو شروع کرے اور عربی اور اسلامی ممالک کی پسماندگی اور اقتصادی تنزل کو ختم کرنے میں تعاون کرے۔ ایسی حالت میں اقتصادی ڈھانچہ کی بہتری اور توسیع کیلئے جدوجہد کرنا موجودہ عربی تفکر پر حاکم ایڈیولوجی کی عکاسی کرتا ہے۔

شہید شقاقی رح اجتماعی توسیع اور اقتصادی تبدیلی کے آپسی ارتباط کو صحیح جانتے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ مستقل اقتصادی پوزیشن کے حصول کیلئے مضبوط اقتصادی ڈھانچے اور اجتماعی توسیع کی ضرورت ہے تاکہ بیرونی دباؤ اور صہیونی حکومت کی سازشوں کا مقابلہ کیا جاسکے۔ عالم عرب آج جس پوزیشن سے دوچار ہے یہ ضعیف اور غیر مستحکم اقتصادی حالت کی وجہ سے ہے جو گذشتہ ایک صدی سے عصر حاضر تک عالم عرب میں موجود سیاسی حکومتوں کی پیداوار ہے۔ آخری دودہایوں میں اسمیں اچھاخاصہ اضافہ ہوا ہے اسکے علاوہ یہ ان نظاموں کو مغرب کے ساتھ تعلقات بڑھانے میں مددگار ثابت ہوا ہے۔

بعض عربی ممالک میں بڑی تعداد میں تیل اور گیس کے ذخائر کشف کرنے کے باوجود بھی کوئی بڑی اور خاطر خواہ اقتصادی اور اجتماعی ترقی وتوسیع حاصل نہیں ہوئی جبکہ ظاہری طور پر یہی ترقی تیل کے ذخائر رکھنے والے ممالک میں استعماری آلہ کار بننے یا بڑی تعداد میں انکے مصرفی اشیاء کی وارد کرنے میں تبدیل ہوگئی۔ جن ممالک نے اپنی تیل انڈسٹری کو قومی بنایا انہوں نے اپنی درآمد کے علاوہ کوئی نفع نہیں کمایا اور اس نے بھی اجتماعی توسیع میں کوئی خاص اثر نہیں ڈالا جبکہ ان کیلیئے یہ ممکن تھا کہ یہ اقتصادی توسیع والے اداروں کی تاسیس اور حکومتی دفاتر کی نئی تعمیر کیلیئے ایک بہترین حفاظتی سرمایہ بن سکتے تھے۔ اسلامی ممالک کے ارباب حکومت نے سرمایہ داری اور اشتراکیت جیسے بلاک سے مربوط اپنے پسندیدہ سیاسی نظام میں بغیر کسی فرق کے ،اپنی تیل کی آمدنی کی زیادہ مقدار کو مختلف بیہودہ ہتھیاروں کی خریداری اور نئے اداروں کی تعمیر میں صرف کیا نیز اپنی حکومت اور تسلط کے استحکام کیلیئے ملٹری ،حفاظتی ادارے ، حکومتی دفاتر میں لاکھوں کی تعداد میں اپنے حامی اور اپنی سیاسی جماعتوں سے وابستہ کارکنان کو نوکریاں دینے جیسے امور انجام دیئے۔

شہید شقاقی رح تیل پیدا کرنے والے ممالک پر حاکم عرب حکومتوں کی اقتصادی سیاست اور پالیسیوں کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان ممالک

میں ترقی اور توسیع کا مقصد، ارباب حکومت اور انکے رشتہ دار اور حامیوں کی خاطر آرامدہ زندگی فراہم کرنا ہے۔ان حکومتوں نے اپنے اور رشتہ داروں کیلئے بہترین قصر اور بہترین اجتماعی، تعلیمی، حفظان صحت، تربیتی اور ثقافتی جیسے متعدد وسائل مہیا کر کے ملتوں کو ضعیفی اور فقیری کے عالم میں پہچا دیا اور انکو اپنے ہی حال پر چھوڑ دیا۔ انہوں نے مغربی دنیا سے حد سے زیادہ مصرف کرنے اور آسائش و آرام کرنے کا طرز عمل اسلامی معاشروں میں منتقل کیا جسکے نتیجے میں اقدار کی پامالی اور قدرتی ذخائر کے ختم ہونے جیسی بہت ساری اجتماعی مصیبتیں وجود میں آئیں البتہ یہ یاد رہے کہ صنعتی ممالک بھی ان آفات و مصائب سے دوچار ہو رہے ہیں البتہ کسی حد تک وہ اجتماعی عدالت اور قانون کی بھی رعایت کرتے ہیں۔ لہذا اسلامی معاشروں میں عدالت اجتماعی کی پابندی کئے بغیر، دنیوی اقدار اور اقتصادی معیاروں میں بنیادی تبدیلی لانا ممکن نہیں ہے۔

شہید شقاقی رح کی اقتصادی بحثوں میں کچھ اسطرح بیان ہوا ہے کہ:
اسلامی معاشروں کے سامنے مغربی صنعتی دنیا کے ساتھ اقتصادی اور تولیدی شعبوں کی وابستگی ایک اہم اور بڑا چلینج ہے نیز مختلف شعبوں میں عرب حکومتوں کی مغربی سیاستوں کی پیروی سے برعکس نتائج سامنے آئے ہیں۔اپنے تعلقات کی وسعت سے نہ فقط اقتصادی توسیع، اجتماعی بہبودی اور ترقی حاصل کرنے سے دور رہے بلکہ مزید پسماندگی اور مغربی رجحان کا شکار ہوئے۔اسی

طرح صنعتی شعبہ میں بھی عربوں کی قومی اقتصاد اور صنعت نے، نہ فقط مغربی دنیا پر حاکم سرمایہ دار اقتصادی نظام کے ساتھ ارتباط پیدا کیا بلکہ کبھی کبھی اس عالمی سرمایہ دارانہ نظام کی خدمت اور پیروی بھی کی۔

عصر حاضر میں عربی ممالک، مغربی صنعتی اشیاء کے بہترین درآمد کرنے والوں میں شامل ہوتے ہیں۔ اسطرح کہ انکے مصرف اور تکلفات کے درآمدی اشیاء کی تعداد زراعتی محصولات کے مقابلے میں تین گنا زیادہ ہے - یہ صورتحال اس وقت کی ہے جب انکی برآمد اشیاء کا ۹۵ فیصد حصہ تیل اور معدنیاتی خام مواد کے ذریعہ تشکیل پاتا ہے۔ اسطرح کا مصرفی رجحان قیمتی سرمایہ کے ختم ہونے، سارے پیداواری شعبوں میں بیکاری کی شرح میں اضافہ، اقتصادی زوال، بیرون ملکی قرضوں میں اضافہ ہونے اور انکے ادا کرنے کی ناتوانائی جیسے امور کا سبب بن جاتا ہے جسکے نتیجہ میں یہ سب دباؤ اور ناتوانیاں عام لوگوں کے کندھوں پر ایک بھاری بوجھ بن جاتے ہیں۔

شہید شقاقی رح مزکورہ مسائل کے پیش نظر، عالم اسلام بالخصوص عرب ممالک کی اقتصادی حالت کی بہتری کیلئے اور پھر صہیونیزم کے خلاف مبارزہ اور لڑائی کی حمایت اور حفاظت کیلئے نیز فلسطینی ملت کے جہاد میں ثابت قدمی اور مقاومت کی خاطر اس سے بہرہ مند ہونے کیلئے، مندرجہ ذیل اقدامات کو عملی جامہ پہنانےنے کی تلقین کرتے ہیں:

• • •

- خود کفائی کے مرحلے تک پہنچنے کیلئے، اپنے داخلی ذخائر اور وسائل سے فائدہ کے بدولت سیاسی، اقتصادی، اجتماعی اور فوجی ترقی اور توسیع کیلئے مضبوط پیداوری ڈھانچہ بنانا۔
- معاشرے کے افراد کو (جسمی اعتبار سے) قادر اور سالم بنانا اور انکی بنیادی اور لازمی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے جدوجہد کرنا۔
- داخلی برآمدی اشیاء کی فروخت اور خصوصی مہارت کی ضرورت کی تکمیل کیلئے، انٹرنیشنل اقتصادی اور تجارتی دنیا کے ساتھ بہتر اور سالم مقابلے(Competition) کی فضا ایجاد کرنا۔
- ریسرچ اور علمی وسعت کے اداروں ( Development Departments) کیلئے مخصوص بجٹ قرار دینا۔

شہید شقاقی رح کی نظر میں اقتصاد اور صنعت کے تولیدی اور خود کفائی شعبوں میں سرمایہ کاری کرنا، اسلامی اور عربی ممالک کی آزادی کیلئے مددگار ثابت ہوگا اس کے علاوہ سیاسی فیصلوں کی خودمختاری میں بھی اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کیونکہ لازمی قدرت کی وجہ سے ترقی اور توسیع شعبے میں استقلال فراہم حاصل ہوتا ہے، بالخصوص یہ کہ تیل عربوں کی سب سے بڑی قومی دولت جانی جاتی ہے اور سابقہ تجربوں میں یہ بات سامنے آئی کہ بڑے صنعتی ممالک، عربی ممالک کی پیشرفت اور وسعت کے طریقہ کار کی شدت

سے مخالفت کرتے تھے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ تیل جیسے قدرتی سرمایہ سے مستقل طور پر عربوں کی ترقی کیلئے فائدہ نہیں اٹھایا گیا ہے۔ عرب حکومتیں ابھی تک اس بات پر قادر نہ ہو سکیں کہ تیل کی بڑی اور زیادہ آمدنیوں کو اپنے ممالک کی سیاست اور اقتصاد میں استعمال کریں، اس لاپرواہی نے تیل رکھنے والے ممالک کے علاوہ اسلامی اور عربی ممالک کیلئے بھی بہت ساری مشکلات پیدا کی ہیں۔

صنعتی اور تولیدی وسائل کی شرح میں اضافہ ہونے سے تیل کی آمدنی میں اچھا خاصہ اضافہ ہوا لیکن اس کے باوجود کسی بھی اسلامی اور عربی علاقہ میں ایک اقتصادی آرگنیزیشن بنانے کی کوئی بھی کوشش نہیں کی گئی۔ اسلیئے کہ ترقی اور توسیع کی پلاننگ کے ادارے اور عربوں کے اقتصادی سسٹم ابھی بیگانوں کے ساتھ وابستگی اور داخلی پسماندگی سے باہر نہیں آئے ہیں۔ تعمیر و ترقی کے شعبوں میں سرمایہ کاری کیلئے عربوں اور مسلمانوں کے خصوصی وسائل استعمال کئے جائیں، اور مغربی دنیا کی تقلید کرنے سے جسکی وابستگی سے کوئی فائدہ نہیں ہے، دوری اختیار کی جائے۔ یہ طرز تفکر اور رجحان ایک گوشہ نشینی کا نتیجہ نہیں ہے (بلکہ یہ سیاسی، فکری، جغرافیائی اور ثقافتی استقلال کیلئے لازمی شرائط میں سے ہے!)۔

• • •

# مسئلہ فلسطین شہید فتحی شقاقی رح کی نظر میں

## المنہج رسالہ کے چند اوراق!

شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی رح نے ۱۹۸۱ء میں مصر سے غزہ پٹی کی واپسی پر اور فلسطینی جہادی تحریک کی تاسیس کے موقعہ پر، فلسطینی مملکت اور دوسرے اسلامی شہروں میں موجودہ اسلامی پروگراموں کے اجراء کیلئے ایک رسالہ بنام المنہج بہترین راہ حل کے عنوان سے پبلش کیا۔ آپ نے اسمیں اسلامی ممالک پر حملہ کرنے، مسلمانوں کے قدرتی ذخائر کے غصب کرنے اور انکی ثقافتی شناخت اور اپنی اصلیت کو ختم کرنے کیلئے استعمار کے مسلسل اور مرحلہ وار منصوبوں(Procedures ) پر بحث کی ہے۔ تحریک جہاد اسلامی کے بانی نے اسمیں عالم اسلام پر مغربی حملوں اور مشرقی وسطیٰ پر صہیونی حکومت لادنے کے مقاصد اور انکی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تاکید کی ہے کہ یورپی صنعتی انقلاب نے، اسلامی سرزمینوں پر مغربی استعمار کے فوجی حملے کے موقعہ پر اعلی علمی ترقیاں حاصل کی تھیں لیکن اسکے باوجود اس زمانے میں بھی مغربی عیسائی حکمرانوں کے ذہن وفکر سے عالم اسلام کے بہ نسبت صلیبی جنگوں کی کینہ توزی اور دشمنی ہرگز ختم نہیں ہوئی تھی۔

غاصب مغرب جہان اسلام میں اپنے اہداف کو عملی جامہ پہنانے کیلئے فوجی حملوں اور دہشت گردی جیسے حربوں کو اپنا کر مسلم ممالک کی تہہ تک آگے چلا گیا۔ فوجی قبضہ، سیاسی اثر ورسوخ کی تعمیل اور اقتصادی چابی کا اپنے ہاتھ میں لینا، یہ ایسے حربے ہیں جو استعمار کے تسلط و تجاوز کی مضبوطی کیلئے مرکزی کردار ادا کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ، انکے تسلط کی مضبوطی میں ثقافتی اور فکری اسباب بھی اہم کردار نبھاتے ہیں اور یہی دو عامل آخری فیصلے کو حتمی شکل دیتے ہیں۔ لہذا استعماری اور مغربی تسلط پسند طاقتوں کی فکری اور ثقافتی قید و بند سے امت کی فکر اور ثقافت اور تمدن کو نجات دلانا مسلمین کیلئے یہ موقعہ فراہم کرتا ہے کہ اپنے جنگ اور مقابلے کو شروع کریں اور اسلامی مملکتوں کو بیگانوں اور استعمار کے سیاسی، اقتصادی اور ثقافتی جال سے نجات دلائیں تاکہ اسطرح استعمار کے منصوبوں کو ناکام بناتے ہوئے انہیں شکست سے دوچار کریں۔

ڈاکٹر شہید شقاقی رح المنہج نامی رسالہ میں (جسکو بعض معروف منابع میں) تحریک جہاد اسلامی کے بنیادی قانون نامہ کے برابر سمجھا گیا ہے، کہتے ہیں کہ متجاوز مغرب نے عالم اسلام پر سارے اطراف وجوانب سے حملے کرنے اور اسلامی سرزمینوں پر قبضہ کرنے کے بعد، کمزور نفس افراد کے دلوں میں استعمار قبول کرنے کیلئے انکی قابلیت کو آشکار کیا اور اسطرح امت کے اندرونی قدرتی محرکوں کو نابود کیا، تاکہ اس حربے کے ذریعہ اسلامی معاشروں کے

اعتقادی، فکری، اجتماعی، زندگی کے طرز عمل اور تولیدی روشوں میں تبدیلی لاکران کو اپنے مطالبات اور منافع کے مطابق متزلزل کر سکیں نیز مغرب کے ساتھ مسلمانوں کی ہر طرح وابستگی اور انکی مکمل تقلید کرنے کے جیسے امور کو پورا کر سکیں۔

شہید شقاقی رح نے سارے عالم اسلام پر مغربی جارحانہ یلغار کے مرکزی اصولوں کو دو بنیادی معیاروں میں جنمیں سے ہر ایک کی مندرجہ ذیل تین تین شقیں پائی جاتی ہیں، تقسیم کیا ہے:

**پہلا اصول:**

**(۱) ۔اسلامی سیاسی نظام اور اتحاد و یکجہتی کو سبوتاژ کرنا اور اسلامی حکومت کا خاتمہ کرنا:**

مصر پر فرانسیسی ملٹری کے حملے اور اسکے بعد ہی اسلامی ممالک پر مغربی استعماری یلغار ایک صدی بعد ہی غاصب اور متجاوز مغرب اپنی سازش کو عملی شکل دے سکا۔ اس نے حکومت عثمانی کو جو آخری اسلامی حکومت تھی اور صدیوں سے وحدت اسلامی کا مظہر تھی، تباہ کر دیا۔

**(۲) ۔اسلامی سرزمینوں کے دینی وثقافتی مراکز کو ختم کرنا :**

خواہ وہ ایسے ثقافتی سینٹر زہوں جو حکومت عثمانی سے وابستہ تھے، خواہ ایسی اسلامی تنظیمیں اور دارا لمعلمین جنکی سرگرمیوں کے جاری رہنے سے ممکن تھا

کہ لوگوں کو دوبارہ متحد کیا جاسکے یا حکومت اسلامی کو دوبارہ تشکیل دینے کا مقدمہ فراہم کیا جاسکے۔ اسلامی ممالک میں غاصب مغرب اور اسکے حکومتی آلہ کاروں نے فقط انکے انہدام پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ اپنے مرضی کے مراکز اور اداروں کو تعمیر کرانے کی کوشش کی۔

**(۳) ۔ ایسے تمام راستوں اور افکار کو ختم کرنا جو حکومت اسلامی کو برسراقتدار لاسکیں :**

اس مقصد کی خاطر متفکرین کے اذہان کو منحرف (Brain Wash) کرنا اور انکے اندر مغربی افکار کو جگہ دینا۔ مغرب کی نگاہ میں اسلام کے دینی اور ثقافتی اداروں کو نابود کرنا کافی نہیں تھا بلکہ یہ بھی ضروری تھا کہ آگاہ متفکرین اور بنیادی و حقیقی اسلامی تفکرات کے جاننے والے افراد بھی (اسیطرح منحرف کیے جائیں کہ وہ) اپنے آپ کو کھو بیٹھیں تاکہ ایسی کوئی فکر و سوچ باقی رہ نہ پائے جسکی بنیاد پر استعمار کے خلاف کوئی تنظیم بنا کر دوبارہ کھڑا ہوسکے۔

**دوسرا اصول:**

یہ اصول بھی تین شقوں پر مشتمل ہے۔

**(۱) ۔عالم اسلام کے ساتھ متحد اور متفق سرزمینوں کو دسیوں ممالک میں تقسیم کرنا۔ مسلمان ملتوں کے درمیان فرقہ وارنہ اور قومی اختلافات کی آگ بھڑکانا۔**

"سایکس بیکو" معائدے کی بنیاد پر معین شدہ سرحدوں کو قبول کرنا، یہ معائدہ پہلی عالمی جنگ کے بعد فرانس اور برطانیہ کے درمیان طے پایا تھا۔اس نئے معائدہ کے نتیجے میں ہر ایک نئے ملک کو خصوصی طور پر ایک پرچم اور ایک قومی ترانہ عطا کیا گیا۔استعمار کے خلاف وسیع لڑائیوں اور اتحاد بین المسلمین کی حفاظت کی جدوجہد، کے باوجود استعمار اسمیں کامیاب ہو گیا کہ اسلامی ممالک کے درمیان فرقہ وارنہ جنگوں اور قومی، سرحدی اور علاقائی لڑائیوں کی آگ بھڑکائے ۔ مثال کے طور پر سرزمین پاکستان کے دونوں مشرقی اور مغربی خطوں کو وجود میں آئے ہوے ابھی ۲۵ سال کا زمانہ بھی نہیں ہوا تھا، کہ استکباری عناصر نے دونوں حصوں میں ایک تباہ کن جنگ بھڑکائی اور جس کے نتیجہ میں ایک نیا ملک بنگلادیش (Bangladesh) وجود میں لایا۔!!

شہید شقاقی رح اس مقالہ میں مزید یوں لکھتے ہیں کہ استعمار نے الجزایر جیسے ملک کو بھی آزادی کے بعد مغرب کے ساتھ سرحدی مسائل میں الجھا دیا ۔ لیبی اور چاد نیز سوڈان کے شمالی اور جنوبی خطوں کے آپسی تعلقات میں اختلاف ڈال کر آپس میں پھوٹ ڈالی۔ جنوبی یمن کو اپنے متحدہ ملک یمن سے

الگ کر دیا۔ لبنان کے مختلف مذہبی گروہوں کے درمیان ۱۵ سالہ جنگ کی ہوا پھونکی اسطرح کہ لبنان کے دارالحکومت بیروت جیسے شہر کو مشرقی اور جنوبی حصوں میں تقسیم کر دیا، یہ خون ریز جنگ متواتر سالوں سال دونوں خطوں کے درمیان جاری رہی۔

## ب۔ اسلامی اقوام کو غربزدہ اور ایک دوسرے سے اجنبی اور بیگانہ بنانا:

یہ طریقہ کار فرانسیسی ملٹری کے مصر پر حملے کے پہلے دن سے ہی واضح تھی۔ فرانس کے اسوقت کا حاکم ناپلئون بناپارٹ اس حملے کے وقت مصر کی غربزدہ، متفکر اور سیاسی افراد کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لایا جنکی تربیت مغربی مفادات کی حفاظت کے خاطر فرانسیسی تربیتی اداروں میں ہوئی، تاکہ فرانس کے تسلّط اور مغرب کے ساتھ مصری عوام کی وابستگی کو مضبوط کرنے کی ذمہ واری ان پر عائد کی جائے۔

## ج۔ مشرقِ وسطیٰ میں غاصبی اور متجاوز حکومت بنام اسرائیل کا وجود میں لانا۔

یہ عالم اسلام کے خلاف مغرب کی چند طرفہ جنگ (Multilateral War) کے سب سے بڑی خطرناک مرکزی

سازشوں میں ایک ہدف شمار ہوتا ہے۔ کیوکہ عالم اسلام کے دل میں غاصب حکومت کو وجود میں لانااور پھر اسکے وجود کا باقی رہنا، یہ خطہ میں مغرب کے چند طرفہ حملے کی اہمترین کامیابی ہے۔ لہذا فلسطینی ملت مغربی چیلوں، آلہ کاروں نمائندوں اور عالمی استکبار کے مقابلے میں کھڑی ہوگئی ہے اور استعمار کے ہر پہلو کو پیش نظر رکھتے ہوئے انکے خلاف دشمن سمجھکر لڑ رہے ہیں۔ اسی وجہ سے فلسطینی جہاد اور دفاع تاریخی، ثقافتی، فکری، فوجی، سیاسی اور اقتصادی پہلوؤں پر مشتمل ہے۔ کیونکہ اسرائیل کے باقی رہنے سے نہ فقط اپنی امت کا دین اور ثقافت اس حقیقی خطرے سے دوچار ہوگئی ہے بلکہ ساری امت مسلمہ کے وجود کو اس واقعی (بڑے اور مہلک) خطرے کا سامنا ہو گیا ہے۔

شہید شقاقی رح اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ صہیونی حکومت کے ساتھ مقابلے نے موجودہ اسلامی تحریک کو یہ خصوصیت عطا کی ہے کہ وہ مختلف اعتبار سے، نظری اور عملی

( Theoretically & Practically ) صورت میں

مسئلہ فلسطین کو اپنے راستے کا نعرہ اور نصب العین بنائیں اسلیئے کہ یہ نعرہ جو کہ قرآن کے کلی اور عمومی مقاصد میں سے ہے، امت کی موجودہ تاریخ کو صدر اسلام کی تاریخ کے ساتھ جوڑتا ہے۔ عصر حاضر کی تاریخی تبدیلیوں نے، اسلامی تحریک کے فرائض کو واضح طور پر معین کیا ہے اور ہمیں اس کام کا مسؤل بنایا

ہے کہ مغرب کے ہمہ جانبہ حملوں اور صہیونی پیروکار نیز مسیحت کے شورشی عناصر کے خلاف اقدام کریں۔اس وجہ سے کہ غاصب صہیونی حکومت کی بقاکا مطلب تمام استکباری قوتوں کے سازشوں کا مظہر، عالم اسلام میں مغربی تسلط کو اجراء کرنے اور انکے ساتھ وابستگی کی مضبوطی کا ضامن، مسلمانوں کی پسماندگی اور اسلامی ممالک کی تقسیم کا باعث ہے! ۔

تحریک اسلامی کی ساری شاخوں اور امت مسلمہ کو اس بات کا پابند رہنا ہے کہ ملک کے داخلی حصے سے اپنی ایسی تقدیر بدلنے والی لڑائی کی سرحد بنائے جو براہ راست بیت المقدس سے جو کہ عالم اسلام کا مرکز ہے، جا ملے۔اسمیں شک نہیں ہے کہ امت کی ایک بڑی جماعت فلسطین کی وجہ سے نہایت ہی زیادہ سختیاں برداشت کررہی ہے اور غم واندوہ کے عالم میں زندگی بسر کررہی ہے۔تاریخی اور اعتقادی شعور انکو سمجھا رہا ہے کہ مرکزی میدان کارزار فلسطینی سرزمین میں ہے اور موجودہ امت اسلامی کے عالمی وسیع جہاد اور دفاع کی تقدیر بھی اسی سرزمین میں قائم ہوسکتی ہے۔

شہید فتحی شقاقی رح فلسطین کی آزادی کے مقصد کیلئے امت کی وحدت اور اتفاق نظر کو وحدت فکری اور وسیع آگاہی کے برابر سمجھتے ہیں جبکہ غاصب صہیونی حکومت کی بقاء کو تحریک کے سارے منصوبوں کی ناکامی اور شکست کے مساوی جانتے ہیں۔وہ امت کے ایک ایک فرد کو استعماری وابستگی، غربزدگی اور

صہیونیزم کے ساتھ مقابلہ کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ بہترین پالیسی کو حاصل کرنے اور تحریک اسلامی کی تشکیل کیلئے یقینی اور اجتماعی جدوجہد ضروری قرار دیتے ہیں ۔ آپ فلسطین کی آزادی کی خاطر امت کی وحدت اور وابستگی کو گذشتہ تاریخ اور قرآن کی وابستگی کے مساوی قرار دیتے ہیں۔ آپ تاکید کرتے ہیں کہ عصر حاضر میں عالم اسلام کے سیاسی جغرافیا کا مرکز مسجد الاقصی اور بیت المقدس ہے۔

ڈاکٹر شہید شقاقی رح اپنی دینی بصیرت کی بنیاد پر فلسطین کی آزادی کے مقصد کو عالم اسلام کا اہمترین مسئلہ قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امت مسلمہ کی ایک بڑی جماعت قدس کو عالم استکبار اور بین الاقوامی صہیونیزم کے ساتھ اپنے جہاد کا مرکز قرار دیتی ہے، اس امت کی تقدیر بیت المقدس کے ساتھ جڑی ہوئی ہے ۔ بیت المقدس آج سے ہی تقدیر بدلنے والی جنگ کا واضح نمونے پیش کررہی ہے جو خدا کے نیک بندوں، اسلام کے حقیقی پرچمداروں، توحیدی اقدار کے ماننے والوں اور دنیوی و فلسفی اقدار کی پاسداری کرنے والوں کے درمیان موجود رہے ہیں۔ ایسی جنگ جسمیں توحیدی خداوند عالم سے امید رکھے ہوئے ہیں اور اسی کے راستے میں آگے بڑھ رہے ہیں۔

شہید شقاقی رح تاکید کرتے ہیں کہ فلسطین کی آزادی کو مرکزی حیثیت دینے کا یہ مطلب نہیں ہے ہم لوگ یہ چاہیں کہ موجودہ تحریک اسلامی

حکومت اسلامی کی تشکیل، اسلامی تحریک کی وحدت اور اسلامی عالمی انقلاب کی کامیابی جیسے دوسرے اہداف کی اہمیت کو کم سمجھا جائے بلکہ اس نظریہ کی بنیاد پر فلسطین کی آزادی کیلئے ہماری جدوجہد ہمیں اپنے مقاصد سے قریب کرے گی۔ آپس میں عقلی، منطقی اور واضح تعلقات رکھنا، اسلامی تحریکوں کو اپنے مقاصد جو فلسطین کی آزادی پر مبنی ہیں، کو عملی جامہ پہنانے میں مددگار ہو رہے ہیں۔

آج ہر زمانے سے زیادہ موجودہ تحریک اسلامی سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ اپنے فکری اور عملی پروگراموں میں مسئلہ فلسطین کو مرکزی حیثیت دیں اور ایک سیکنڈ کیلئے بھی یہ نہ بھولیں کہ جہاد اور دفاع ایک الٰہی ذمہ داری ہے۔ تحریک اسلامی کے سب سے بلند اور عالی اہداف میں سے خداوند متعال کی خوشنودی حاصل کرنا ہے جبکہ اس کے ثانوی مقاصد میں سارے عالم اسلام میں نئی تحریک اسلامی تشکیل دینا ہے۔ شریعت اسلامی کے عقائد اور احکام کی بنیاد پر مغربی استکبار کی برتری طلب سیاست کا مقابلہ کرنا اور مسلمین کے مشکلات کیلئے راہ حل پیدا کرنا موجودہ تحریک اسلامی کے طویل المدت اہداف میں سے ہیں۔ تحریک جہاد اسلامی اس بات پر اعتقاد رکھتی ہے کہ حکومت اسلامی کی تشکیل کے ذریعہ سے ہی اسلامی سیاسی نظام کو حاکمیت عطا کی جاسکتی ہے۔

•••

شہید شقاقی رح اس بات پر زور دیتے ہیں کہ تحریک جہاد اسلامی کی طرف سے مسئلہ فلسطین کو مرکزی حیثیت دینے کی تاکید کا یہ مقصد نہیں ہے کہ وہ محلی ،علاقائی یا قومی رجحان والی تحریکوں کی حوصلہ افزائی کر رہی ہے ،ایسا ہر گز نہیں ہے !۔اس جہادی تحریک نے جغرافیائی حدود کو نظرانداز کر کے اپنے عمل اور کردار میں قرآنی ،تاریخی اور حقیقی اقدار کو معیار بنایا ہے۔ تحریک نے مذکورہ اقدار کی بنا پر اپنے آپ پر یہ امر لازم کیا ہے کہ اس کی اپنی روزمرّہ کی سیاسی سرگرمیوں کا محور اور مرکز مسئلہ فلسطین ہو۔اسلئے کہ اسلام اور کفر اسی طرح اسلام اور مغرب کے درمیان اسک دوسرے سے جدا ہونے کا خطہ نیز آپسمیں عروج کے مقابلے کی سرزمین فلسطین ہی ہے۔ موجودہ تحریک اسلامی اس معیار اور ہدف کی بنیاد پر ہی دوسرے سارے اہداف و مقاصد کے حصول کیلئے قدم بڑھائے گی !۔

# امام خمینی رح شہید فتحی شقاقی رح کی نظر میں

## پرچمدار اسلام

امام خمینی رح کے بارے میں گفتگو کرنا یعنی تاریخ معاصر کے عظیم انسان کے متعلق بات کرنا، وہ آدمی جس نے بیسویں صدی کے اواخر میں امت اسلامی کی ایک زبردست انقلابی اور اصلاحی تحریک کی رہبری کی۔ایک برجستہ مغربی صحافی کے بقول وہ ایسا آدمی ہے جو ساتویں صدی عیسوی( صدر اسلام ) کے زمانے سے آیا ہے تا کہ بیسویں صدی میں جگہ پائے۔ امام خمینی رح کے متعلق بات کرنا یعنی ایسی تبدیلی اور رجحان کی بات کرنا کہ جس کے محقق ہو جانے کی آرزو میں ہی امت اسلامی صدر اسلام سے لے کر آج تک کی زندگی گذارتی رہی ہے۔ آج امت اسلام تمدن و تہذیب، عقیدہ، سیاست ، ثقافت، اقتصاد اور فوج جیسے تمام شعبوں میں دوبارہ زندہ ہوگئی ہے اور اسی کے سایہ میں زندگی گذار رہی ہے۔امام خمینی رح ایسی عظیم شخصیت ہیں جو مظہر عدالت ہیں۔ وہ عدالت جو تاریخ بشر میں قدر تمند اور عالم ارباب کے غیض و غضب کا شکار ہوتی رہی ہے اور ان کے کنڑول سے باہر نہیں آئی ہے۔ ایسے انسان جو ۲۲ بہمن ۱۳۵۷(۱۹۷۹ء) انقلاب کے زمانے سے عالمی توجہ کا مرکز بنے ہوئے ہیں۔

• • •

درواقع مذکورہ مطالب امام خمینی رح صہیونیزم سے برائت کا نعرہ دینے والا کے تفصیلی مضمون کا ایک حصہ ہے جو شہید شقاقی رح نے اسلامی انقلاب کی کامیابی کے پہلے سال میں تحریر کیا جو کہ اسی سال قاہرہ کے المختار الاسلامی نامی ماہانہ میگزین میں شائع ہوا۔ آپ اس میں انقلاب اسلامی کے متعلق متعدد سوالات بیان کرتے ہیں۔

کیا یہ ایک معمولی اتفاق ہے کہ جو بیسویں صدی کے عظیم شخص امام خمینی رح کے لئے اسی صدی کا اہم ترین مسئلہ ان کی توجہ اور جدوجہد کا مرکز قرار پایا ہے؟ یا یہ کہ وہ سنت الٰہی کی بنیاد پر ایک مقدس اور یقینی حرکت ہے؟ کیا یہ تعجب انگیز نہیں ہے کہ یہ عظیم آدمی مسئلہ فلسطین کے تئیں اتنی توجہ اور اہمیت کا قائل ہے اور اسے اپنے اہداف اور پروگراموں میں سرفہرست قرار دیا ہے، درحالیکہ ایران اور فلسطین کے درمیان چند ہزار کلومیٹر کا فاصلہ پایا جاتا ہے؟! شہید شقاقی رح مذکورہ سوالات کے جواب میں یوں فرماتے ہیں کہ:
ہمارا عقیدہ ہے کہ سرزمین فلسطین میں جہاں مسجد الاقصیٰ پائی جاتی ہے، صرف ایک جغرافیائی علاقہ نہیں ہے بلکہ فلسطین اسلام کی کتاب، تاریخ، ثقافت اور تمدن کی ایک آیہ اور نشانی ہے۔ فلسطین ایک اسوہ اور نمونہ ہے۔ فلسطین ایک ایسے مرحلہ کا عنوان ہے کہ کوئی بھی مسلمان شخص اپنے مستقبل کے بارے میں سوچنے کے لئے تیار نہیں ہے مگر یہ کہ سب سے پہلے فلسطینی

مسئلہ کے بارے میں غور و فکر کرے اور اس کے تئیں ذمہ داری سمجھے۔ لہذا امام خمینی رح جیسی عظیم شخصیت کے لئے یہ کیسے مناسب ہو سکتا تھا کہ اس صدی میں اسلام کا پرچم اپنے کندھے پر لئے ہوں لیکن مسئلہ فلسطین کے بارے میں منصفانہ رویہ نہ اپنائیں جبکہ موجودہ صدی میں کوئی بھی شخص ان سے پہلے اسلامی پرچم ہاتھ میں لینے کی قدرت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی مسئلہ فلسطین کے بہ نسبت اتنی زیادہ یقینی اور عملی توجہ کرنے والا تھا ۔

شہید شقاقی رح مزید لکھتے ہیں کہ: ڈیویڈ بن گوریونجو صہیونی حکومت کا پہلا وزیر اور قدس کی غاصب حکومت کے بانیوں میں سے قرار دیا جاتا ہے اس نے اپنے مشہور ڈاکٹریٹ اسرائیل کے متعلق غیر عرب ممالک کے نام سے پیش کیا وہ اس نظریہ کی بنیاد پر یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ اسرائیل کو چاہے ایران ،ترکیہ اور اتھیوپی جیسے غیر عرب ممالک کے ساتھ اپنے روابط کو توسیع دیدے۔ ان جیسے ممالک کے ساتھ طولانی مدت میں دو طرفہ روابط کی توسیع اور ان کی مضبوطی سے ہی اسرائیل کو گوشہ نشینی سے باہر لایا جا سکتا ہے اور عالم عرب کے ذریعہ اس حکومت کے اطراف میں کیا گیا محاصرہ توڑا جا سکتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ اسرائیل کی سیاسی، سلامتی اور اقتصادی شعبوں میں بھی مددگار ثابت ہو سکتے ہیں لیکن اسی صورتحال میں امام خمینی رح حکومت شاہ کے خلاف جنگ اور جہاد کا پرچم ہاتھ میں لیتے ہیں اور تہران اور تل آویو کے تعلقات قطع

کرنے نیز ایران میں اسرائیلی نفوذ کے ساتھ مقابلے کو اپنے جہاد کا اہم ترین مرکزی ہدف قرار دیتے ہیں۔

شہید شقاقی رح مصر اور صہیونی حکومت کے مابین ڈیویڈ کمپ نامی ننگ آور معاہدے کے طے ہونے پر انہیں تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے یوں کہتے ہیں کہ: اگر بن گوریون ( اسرائیلی حکومت کا سب سے پہلا وزیر) آج قبرستان سے باہر آجاتا اور یہ دیکھ لیتا کہ عرب ممالک میں اسرائیل کو سب سے زیادہ بڑا، نزدیک اور ڈرانے والا ملک مصر ہی اب ایسا پہلا ملک بن گیا ہے جس نے اسرائیل کو رسمی طور پر قبول کرلیا ہے اور داود کے ستارہ دار پرچم کو قاہرہ راجدھانی کے آسمان میں فخر الدولہ فاطمی نے بلند کیا ہے، کس قدر وہ خوشحال اور حیرت زدہ ہو جائے گا ؟ جبکہ اسی صورتحال میں ایران جو کل تک (بن گوریون کے نظریہ کے مطابق)اسرائیل کے سب سے زہادہ عمدہ اور بڑے مراکز میں سے تھا ۔ آج دنیا میں تنہا ایسا ملک بن گیا ہے جو حکومتی اور عوامی سطح پر اس سرطانی پھوڑے کی نابودی کا تقاضہ کرتا ہے۔ علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر بھی اسرائیل کے وجود کی نیست و نابودی کی دعوت دیتا ہے۔ اگر بن گوریون یہ جان لے کہ تہران جسے دنیا کی سب سے بڑی دارالحکومتوں میں شمار کیا جاتا ہے، میں اسرائیلی سفارتخانہ جو دنیا میں اس حکومت کا سب سے بڑا

سفارتخانہ مانا جاتا تھا، فلسطین کی پہلے سفارتخانہ میں تبدیل ہو گیا ہے، تو کتنا وحشت زدہ اور غمگیں ہو جائے گا ؟ ۔

## اسرائیل کا جال ایران کے اوپر!

محمد مصدق کی حکومت جنرل زاہدی کی معروف بغاوت کی وجہ سے سقوط کر گئی جس کا ماسٹر مائنڈ امریکی مرکزی اطلاعاتی تنظیم (سیا) کا برجستہ ماہر کرومیٹ روزولٹ تھا۔اس کے بعد دوبارہ شاہ کے برسراقتدار آنے سے ایران میں صہیونی نفوذ نے ایک مرتبہ پھر وسعت پائی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اسرائیلی جاسوسی ایجنسی (موساد) نے امریکی سیا ایجنسی کے ہمراہ ایرانی اطلاعاتی ایجنسی (ساواک) کی تشکیل میں عمدہ کردار نبھایا ہے۔اس طرح کہ شاہ نے ڈاکٹر مصدق کی حکومت کے آنے سے قبل ہی اسرائیل کے ساتھ بہت مضبوط تعلقات قائم کر لئے تھے اور اس حکومت کو ایک ناقابل انکار حقیقت کے طور پر رسمی سطح پر قبول کیا تھا۔

شہید فتحی شقاقی رح مزید یوں لکھتے ہیں کہ : زاہدی اور روزولٹ کی بغاوت اور ایرانی اقتدار میں شاہ کی واپسی کے فوراً بعد ایران کے سیاسی، اقتصادی اور اجتماعی انجمنوں میں یہودیوں کے اثر ورسوخ میں روز بروز بڑی سطح پر وسعت پیدا ہو گئی ۔ (اس طرح کہ آخرکار) اس ملک کے اقتصادی کنٹرول پر اپنا قبضہ جمانے میں کامیاب ہو گئے ۔ اس کے علاوہ یہودیوں نے شاہ کے

مورد اعتماد بھائیوں کی مدد سے حکومت کے بعض اہم اور فیصلہ کن مراکز پر بھی دسترس حاصل کی جس کے نتیجہ میں تہران اور تل آویو کے درمیان بڑے اور وسیع سطح پر اطلاعات اور جاسوسی شعبے میں ردوبدل کرنے میں تعاون شروع ہوگیا ۔ تجارتی معاہدوں میں چار سو میلیون ڈالر تک اضافہ ہوگیا نیز فوجی شعبے میں بھی شاہ اسرائیلی ہتھاروں کے بہت ہی اہم خریداروں میں سے شمار کیا جاتا تھا ۔

تہران میں صہیونی حکومت کا سابقہ سفارتخانہ جو ایران میں اسرائیلی ارتباطات کا دفتر کے نام سے موجود تھا،ایک قلعہ میں تبدیل ہوگیا تھا جس میں کوئی رخنہ اور نفوذ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ مرکزی شہر تہران میں موجودہ فلسطین روڈ پر واقع یہ بیلڈنگ مختلف قسموں کے لوہے اور خاردار تاروں کے دروازوں سے مستحکم بنائی گئ تھی ۔اس کے اوپر ایک مخفی اور متحرک ہوائی پل( Over Bridge) نصب کیا گیا تھا تاکہ استثنائی صورتحال میں فرار کیلئے اسے استعمال کیا جاسکے۔ سفارتخانہ کے صحن میں ایک ٹنل کھودی گئ تھی جو ولیعصر روڈ میں موجود بڑی بیلڈنگ کے نچلے حصہ پر ختم ہوجاتی تھی۔ سفارت میں موجود لوہے کی سیڑھیاں بجلی کے ساتھ متصل تھیں اور ان کی جگہ جگہ پر مخفی اور نور پرداز (Projector) کیمرے لگے ہوئے تھے تاکہ کسی بھی طرح کی مشکوک حرکت(Doubtful Movement)

زیر نظر رکھی جاسکے۔ سفارتخانہ کے اندر بڑے اور ماڈرن پیغام رسانی اور مخبری مشینیں نصب کی گئی تھیں جنکا ایک حصہ عرب ممالک کے پیغام رسانی کے مشینوں کی آوازیں سننے اور ان میں جستجو کرنے کے لئے مخصوص رکھا گیا تھا۔ سفارت کے نچلے حصہ کے انباروں میں جو مختلف غذائی سامان ذخیرہ کیا جاتا تھا وہ سفارت کے ارکان کی خاطر مہینوں کے مصرف کے لئے کافی ہوتا تھا۔

مصر کے معروف قلم کار محمد حسنین ہیکل ۱۳۵۵ میں شاہ کے ساتھ ایک خصوصی گفتگو سے پردہ اٹھاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ : شاہ ہیکل سے مخاطب ہو کر اس طرح کہتا ہے کہ اسرائیل کے ساتھ ہمارا تعاون فقط جاسوسی اور اطلاعاتی شعبوں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ آپ کے تصور سے بھی زیادہ وسیع ہے میں نے ملٹری کے بعض بڑے کمانڈروں اور دفتری مدیریت (Office Management) کے عہدیداروں کو ان کی تربیت کے لئے اسرائیل بھیجا ہے !۔ (داستان انقلاب ایران چاپ سوم، ص ۱۴۳ )

## اسرائیل ڈر کا مارا ہوا!

شہید شقاقی سارے مسلمانوں کے لئے محمد رضا شاہ اور اسرائیل کے درمیان مستحکم اور قوی روابط کا پردہ فاش کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں کہ : اسرائیلی، شاہ کے ساتھ اتنے مستحکم روابط کے ہونے کے باوجود ہمیشہ پریشان اور ڈرے ہوئے رہتے تھے کہ کبھی بھی کوئی ناگہانی تبدیلی رونما ہو سکتی ہے۔

یہ پریشانی واضح طور پر اس وقت سامنے آئی جب اسلامی انقلاب کی کامیابی کے ابتدائی دنوں میں جوشیلے ایرانی انقلابی جوانوں نے تہران میں اسرائیلی سفارتخانہ پر حملہ کیا۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد ہی سفارتی اراکین نے سفارت کے سارے کے سارے دستاویزات جلا ڈالے اور اس میں جاسوسی اور پیغام رسانی سے متعلقہ مشینوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے انہیں ملیامیٹ کر دیا اور پھر وہاں سے فرار ہو گئے۔ سفارت پر حملہ کے وقت سیڑھیوں میں پائے جانے والے کرنٹ کی وجہ سے ۱۲ جوان شہید ہو گئے تھے ۔

۱۳۴۰ھ ۔ش میں شاہ نے اسرائیل کو دوبارہ رسمی طور پر قبول کیا کیونکہ صنعت تیل کے قومی ہونے کے موقعہ پر آیت اللہ کاشانی رح کی سرگرمیوں کی وجہ سے ایران نے اسرائیل کو حکومتی سطح پر ٹھکرا دیا تھا۔ شاہ کے اس اقدام سے اسلامی اور عربی ممالک کے گوشہ و کنار میں اس کے خلاف منفی ردّ عمل سامنے آگیا۔ اس وقت کے مصری الازھر یونیورسٹی کے رئیس جناب شیخ محمود شلتوت نے شاہ کو ایک پیغام بھیج کر یہ مطالبہ کیا کہ اسرائیل کے ساتھ اپنے روابط قطع کر لے جبکہ آیت اللہ برجردی رح نے بھی سیاسی تعلقات بر قرار کرنے کی مخالفت کی اور شاہ کو خبر دار کیا اگر یہ روابط ایسے ہی آگے بڑھتے رہے تو میں ایران کو ہی چھوڑ دونگا۔ ان کے علاوہ اس وقت مصری صدر جمال عبدالناصر نے بھی شاہ سے ڈیپلومیسی روابط قطع کرنے کا مطالبہ کیا۔

## کیمپ ڈیویڈ کے خلاف جمہوری اسلامی کا ردعمل

کیمپ ڈیوئڈ معائدہ کے بعد جمہوری اسلامی نے قاہرہ کے ساتھ اپنے روابط ختم کر لیئے ۔ شہید شقاقی رح اس کو تعجب انگیز اور تاریخی اقدام قرار دیتے ہیں ۔ ابھی اس واقعہ کو ۲۰ سال بھی نہیں ہوئے تھے کہ اس مرتبہ ایران نے مصر کے ساتھ اپنے تعلقات قطع کرنے میں پہل کی کیونکہ یہ وہ موقعہ تھا جب مصر نے اسرائیل کو رسمی طور پر قبول کیا۔ یہ اقدام اسلامی اور قومی نظام کے درمیان موجود تناقض اور تضاد کی ایک واضح نشانی ہے جو اسلامی ممالک کو جدا کرنے کے لئے استعماری سازشوں کے خلاف اٹھایا گیا ہے نیز اسرائیلی سازش کے خلاف بھی ہے جو سارے مشرق وسطیٰ میں اپنا تسلط برقرار کرنے اور اس کے اموال اور ذخائر لوٹنے پر تلا ہے۔ لہذا یہ طبیعی ہے کہ حقیقی اور غیر حقیقی اسلامی نظاموں کے درمیان یہ تضاد روز بروز بڑھتا جائے نیز اس کے ساتھ ساتھ منافق اور سازش کار عرب نظاموں کی بے بسی اور بے غیرتی آشکار ہو جائے۔ یہ امتیاز فقط خالص اسلام کو ہی حاصل ہے کہ وہ اسرائیل اور اس کی تفرقہ آمیز حرکتوں اور پھوٹ ڈالنے کی استعماری سازشوں کے خلاف ہر لحاظ سے حقیقی معنوں میں مخالف رہا ہے اور رہے گا۔

•••

## امام خمینی رہ نے استعمار کو للکارا !

۱۳۴۰ ھ۔ش میں شاہ کے روابط اسرائیل کے ساتھ وسیع ہو گئے تھے،اسی سال سے امام خمینیؒ نے ایران میں امریکی اوراسرائیلی سازشوں کے خلاف اپنے مقابلہ اور مخالفت میں شدت پیدا کی۔امام خمینی رہ کی دینی اور علمی مرجعیت کا مقام روز بروز سارے عالم اسلام میں بڑھتا جارہا تھا۔ایران اور سارے عالم کے مسلمانوں کی بنیادی مشکلات اور بحرانوں پر آپ کی دقیق نگاہ تھی۔ آپ نے مغربی استعماری سازشوں کو امت اسلامی کی اصل اور بنیادی مشکل قرار دیااور تاکید فرمائی کہ اتحاد اسلامی مغرب جیسے لٹیرے اور اسلامی دنیا پر حاکم تفرقہ اور تجزیہ طلب حکومتوں کے ذریعہ توڑ دیا گیا۔آپ غاصب صہیونی حکومت کو عالم اسلام کے قلب میں استعماری سازشوں کاایک اہم نتیجہ اور ہدف قرار دیتے ہیں۔امریکہ اور کینڈا میں مقیم مسلمان طلاب کے پیغام کے جواب میں یوں فرماتے ہیں کہ: تمام استعماری گروہوں نے امت مسلمہ اور اسلامی ممالک کی نابودی کے لئے آپس میں اتحاد کر لیا ہے اور مسلمان ملتوں کو زیادہ سے زیادہ اپنا اسیر اور محتاج بنانے نیز ان کے قدرتی ذخائر کو غارت کرنے کے لئے ایک دوسرے کے ساتھ سازش رچی ہے۔اسرائیل مسلمان ملتوں پر قبضہ کرنے اوران کو کچلنے نیز ان پر اپنا استعمار برقرار رکھنے کے لئے مشرق و مغرب کی استعماری حکومتوں کی مشترکہ سوچ، مدد اور سازش سے

وجود میں آیا ہے۔اور آج تمام مشرقی اور مغربی استعماروں کی طرف سے اس کی حمایت ہو رہی ہے۔

شہید شقاقی رہ فلسطین کی حمایت کے لئے امام خمینی رہ کے ایک پیغام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ : عصر حاضر میں استعمار نے اپنے سے وابستہ افراد کو عالم اسلام کے مرکز میں اپنے لئے مامور کیا ہے تاکہ ان کے ذریعہ حقیقی دنیا طلبی کے جلووں ، فریبکاریوں اور حتی کبھی کبھار اسلامی نعروں کے سایہ میں اسلامی معاشرہ کی حقیقی زندگی سے قرآنی تعلیمات اور قرآنی ثقافت کو الگ کریں نیز دائمی طور پر اپنے مفادات کے حصول کے لئے راستہ ہموار کریں ۔ امام خمینی رہ نے اپنے روشن بیانات میں یوں اظہار فرمایا ہے کہ : جس وقت استعمار نے مسلمین اور اسلامی ممالک کے درمیان اختلاف ڈالنے کے لئے اپنے تمام وسائل اور طاقتیں استعمال کیں ۔اس وقت اس کی یہ کوشش تھی ان اختلافات کے ذریعہ سے مسلمین کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے روک دے تاکہ آسانی سے اپنے غیر انسانی اہداف تک پہنچ سکے۔

## امام خمینی رہ نے مسئلہ فلسطین کو زندہ کیا

شہید شقاقی یوں فرماتے ہیں کہ : امام خمینی رہ کے لئے ایران میں روزمرہ پیش آنے والے خطرناک اور مصیبت افزا مسائل اور بحران، اس بات کا مانع نہیں بنے کہ وہ مسئلہ فلسطین اور استعمار کی سازشوں کو بھول جائیں۔ امام

خمینی رہ استعماری پروگراموں کی حقیقت کو گہرائی سے جانتے تھے جو ایران اور سارے علاقہ میں انکے آلہ کاروں کے ذریعہ انجام پاتے تھے۔ لیکن اس کے باجوود بھی فلسطین کو سب سے بڑی مصیبت قرار دیتے تھے۔آپ کی نظر میں جو بھی فلسطین میں ہو رہا ہے وہ امت مسلمہ کی سب سے پہلی مصیبت ہے کہ جس کا سارے مسلمین کو سامنا ہے اس کے باوجود بھی کیونکر صہیونزم جیسی بڑی مصیبت کا وجود فلسطین میں باقی ہے ؟! ۔

شہید ڈاکٹر شقاقی رہ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: امام رہ استعماری سازشوں کی حقیقت سے جو آگاہی رکھتے تھے وہ اس بات کے قائل ہیں کہ اسلامی ممالک کے بعض روساء کے درمیان موجود اختلافات کی وجہ سے ایک کھرب مسلمان اس کے باوجود کہ وہ قدرتی ذخائر کی دولت سے سرشار ہیں ، استعمار، صہیونزم اور دوسرے اجنبیوں کے نفوذ کو کم نہیں کر سکتے ہیں۔ غیروں (استعمار) کے سامنے بعض عربی ممالک کی خود خواہی، وابستگی اور تسلیم ہونے کی وجہ سے دسیوں لاکھوں عرب عوام نے فلسطینی سرزمین کو صہیونی قبضہ سے نجات دلانے کے لئے اپنا ہاتھ اٹھالیا ۔

شہید شقاقی رہ امام خمینی رہ کے اس قول کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ: سب لوگوں کو اس سے آگاہ ہونا چاہئے علاقہ میں بڑی حکومتوں کی طرف سے اسرائیل کو وجود میں لانے کا ہدف فقط فلسطین کے قبضہ پر ختم نہیں ہوگا بلکہ وہ

چاہتے ہیں کہ سارے عربی ممالک کو فلسطین کی تقدیر سے ہی بدل دیں لیکن فلسطینی مجاہدین نصرت الٰہی سے ان سازشوں کو ختم کر دینگے ۔

شہید شقاقی رہ مشرق وسطیٰ اور عالم اسلام پر صہیونزم کے خطرے کے پیش نظر امام خمینی رہ کے نظریہ اور ان کے عملی کردار کو، دیگر مسلم رہبروں ،اسلامی تنظیموں کے روساء اور عالم عرب کے مفکرین اور دانشمندوں کے ساتھ قابل مقایسہ قرار نہیں دیتے ہیں نیز آپ اس بات کے قائل ہیں کہ ممکن ہے مسئلہ فلسطین اور صہیونزم کے وجود کے بارے میں بہت سارے افراد نے زیادہ کچھ کہا ہو اور ان میں سے کچھ افراد نے تو صہیونی محفلوں کے ساتھ بعض عرب حکمران کے رابطہ کا بھی پردہ فاش کیا۔ اسی طرح بعض افراد نے ظالم سلاطین کے سامنے کلمۂ حق بیان کیا، لیکن پھر بھی امام خمینی رہ کی طرح عملی اور موثر بلند آواز بلند نہیں کی ۔ امام خمینی رہ نے شاہ کی طرف سے اسرائیل کو رسمیت دینے اور امنیتی معاہدہ طے کرنے کے بعد، شاہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ : سارے اسلامی ممالک عالمی کفر اور اسرائیل کے خلاف صف میں کھڑے ہوئے ہیں لیکن آپ اور ترکی اسرائیل کے پہلو میں بیٹھے ہوئے ہیں !۔ ہم کہتے ہیں کہ یہ اقدام مناسب اور صحیح نہیں ہے۔ امت مسلمہ کے احساسات کو اتنا مجروح نہ کریں۔ واللہ یہ نقصان دہ ہے۔ سارے مسلمان ایک طرف ، ایرانی مملکت بھی ایک طرف ۔ اسوقت ایرانی قوم آلودہ

ہو جائے گی اور ہمارے سنی برادران یہ خیال کریں گے کہ شیعہ یہودی پرست ہیں!۔ اے لوگو! اے دنیا کے لوگو! یہ جان لیں ہماری ملت اسرائیل کے ساتھ اس معاہدہ کی مخالف ہے۔ یہ ہماری قوم نہیں ہے۔ یہ ہماری روحانیت نہیں ہے (بلکہ شاہ اور استعمار کے دوسرے چیلے ہیں)۔ ہمارا دین کہتا ہے اسلامی دشمن کے ساتھ کوئی موافقت نہ کریں ۔ ہمارا قرآن کہتا ہے مسلمین کے برخلاف اسلامی دشمن کے ساتھ کوئی معاملہ و معاہدہ نہ کریں۔ کیا یہ سب ارتجاع دقیانوسیت (واپسی پلٹ) ہے۔ ؟! ٹھیک ہے اب آپ آجائیں، بیٹھیں اور پھر دیکھ لیں کہ کہاں پر یہ دقیانوسیت پائی جاتی ہے۔ ؟ آپ لوگ تو آپ کے ہی بقول ۲۵۰۰ سالہ سابقہ دار قدیم مملکت کے مالک ہیں نیز بوسیدہ اور نابود شدہ ہڈیوں پر بھی افتخار کرتے ہیں، آپ تو اسلام کے مقابلے میں ہڈیوں کو مٹی سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ اب وہ زمانہ بھی آگیا ہے کہ مسلمین کے احکام کے مقابلے میں آپ نے اسرائیل کے ساتھ معاہدے اور معاملے طے کئے ہیں!؟ ۔

شہید شقاقی مزید فرماتے ہیں کہ: امام خمینیؒ ایران سے ترکی اور پھر عراق ملک بدر ہو جانے کے بعد بھی آپ کے پائے ثبات میں لغزش پیدا نہیں ہوئی۔ بلکہ غربت کے عالم میں بھی اسلام اور مسئلہ فلسطین سے دفاع کرتے رہے اور شاہ اور اسرائیل کے مقابلہ ڈٹے رہے۔ ہر اس مسئلہ میں جو

فلسطین، اسرائیل اور عالمی استکبار کی لڑائی کے ساتھ جڑا ہوا تھا، امام نے اس میں اپنی موجودگی کو نمایاں طور پر ثابت کیا۔ امام خمینیؒ نے فلسطین فدائی گروہ کی طرف سے پوچھے گئے حقوق شرعیہ کے مصارف کے بارے میں کے سوال کے جواب میں انھیں جائز قرار دیتے ہوئے یوں فتویٰ صادر کیا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ غاصب حکومت اسرائیل جن اہداف کے حصول کے در پے ہے وہ اسلام اور مسلم ممالک کے لئے خطرناک ہیں۔ خوف یہ بات ہے کہ اگر مسلمان ان کو مہلت دیدیں تو یہ موقعہ ہاتھ سے جائے گا اور پھر ان کو روکنا ممکن نہیں ہوگا ۔ چونکہ یہ خطرہ اسلام کی بنیاد کو متاثر کر سکتا ہے، اسلامی حکومتوں اور امت مسلمہ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ اس فسادی مادہ کو جس طرح ممکن ہو سکے ختم کر دیں اور اسلام کے پاسبان و مجاہدین کی امداد میں کوئی کوتاہی نہ دکھائیں نیز زکات اور دوسرے تمام صدقات کو اس اہم حساس اور حیاتی کام میں خرچ کرنا جائز ہے۔ اسی طرح آپ ایک اور فتویٰ میں فلسطینی مجاہدین کی مدد کرنے کو جائز اور اسے مسلمانوں کے اہم امور میں سے قرار دیتے ہیں۔

جب ماہ اکتوبر ۱۹۷۳ء میں دوبارہ اسرائیل کے ساتھ شام اور مصر کی جنگ کا آغاز ہوا تو امام خمینی رہ نے ایک بیان صادر فرمایا جس میں اسرائیل کے ساتھ لڑنے والے عربی ممالک کو عزم مصمم ساتھ اس مقدس جنگ می دفاع کرنے اور ڈٹے رہنے کی آپ نے عربی حکومتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: مضبوط اور اٹل پہاڑ کی طرح ہونے کے باوجود بھی خداوند کی توفیقات سے غافل نہ رہیں۔ اسی تناظر میں آپ نے ایرانی قوم سے فلسطین کی آزادی اور اسرائیل کی نابودی کی خاطر اپنے مجاہد بھائیوں کی ہر ممکن مدد کرنے کا تقاضا کیا۔

۱۳۵۷ھ۔ش میں ایران میں اسلامی انقلاب کے عروج کے ساتھ ساتھ جو کچھ لبنان اور فلسطین میں رونما ہوتا تھا، امام خمینی رہ سے پوشیدہ نہیں تھا۔ آپ مسلسل مختلف بیانات اور پیغامات کے ذریعہ فلسطینی اور لبنانی عوام کی حمایت کرتے تھے اور مسلمانوں سے فلسطین کی آزادی اور لبنان کو امداد مہیا کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لینے کی تلقین کرتے تھے۔ آپ اکثر و بیشتر اپنی گفتگو اور خبری انٹرویوز میں ہمیشہ یہ تاکید فرماتے تھے کہ: شاہ کے خلاف اسلامی انقلاب کے خاطر ایرانی قوم کے قیام کی ایک علت شاہ کی اسرائیل کو ہر طرح کی حمایت کرنا نیز اسرائیلی حکومت کے لئے تیل کی ضرورتیں بر طرف کرنا ہے۔ شاہ تو عالمی عمومی تفکر کو فریب دینے کے لئے ظاہری طور پر

اسرائیل کی مخالفت کرتا تھا لیکن مخفی طور پر وہ غاصب صہیونی حکومت کی حمایت کرتا تھا نیز اسرائیلی محصولات کے فروخت کے لئے ایرانی مصرفی بازار (Expenditure Market) کی فراہمی اسرائیل نوازی کی بولتی تصویر تھی۔

## کیا شاہ اسرائیلی یا یہودی تھا!

جب امام خمینیؒ نے اپنے جہاد اور مقابلے کا آغاز کیا تو مسئلہ فلسطین کو اپنے پروگراموں میں کے سرفہرست قرار دیا اس لئے کہ آپ علیحدگی پسند عناصر اور عرب قومیتی نظاموں نیز شاہ اور اسرائیل کے مابین تعلقات سے بہتر طور پر آشنا تھے۔ آپ کا اس زمانے کے حال اور آئندہ کے موجود مسائل کا گہرائی سے پھر کنا نیز شاہ اور اسرائیل کے درمیان نزدیکی رابطہ پائے جانے پر اصرار کرنا اس بات کا باعث بنا کہ آپ ایران کو صہیونیزم کی آلودگی سے نجات دلا سکے اور ایران کو دوسرے فلسطین میں تبدیل ہونے میں بچا سکے۔ آپ نے جو طریقہ کار اپنایا اس نے شاہ کو کرنے کے ساتھ ایران میں اسلامی انقلاب کو کامیابی و سرفرازی سے ہمکنار کیا لیکن جب شاہ آپ کے اہداف سے مطلع ہو گیا اور آپ کو اپنے لئے یقینی طور پر خطرہ سمجھنے لگا تو اس نے امام اور ان کے شاگردوں کو ڈرانا اور دھمکانا شروع کیا۔ شاہ نے امام اور آپ کے دوستوں سے یہ تقاضا کیا کہ اپنی گفتگو اور اپنے بیانات میں کسی بھی طرح کا اسرائیل کا کوئی بھی اشارہ

کرنے سے گریز کریں نیز کسی بھی صورت میں اسرائیل کے خلاف کوئی اعتراض نہ کریں!۔

شہید شقاقی فرماتے ہیں کہ: وہ (امام خمینی) ایسے شخص تھے جو کسی سے بھی نہیں ڈرتے تھے۔ چنانچہ ساری دنیا کے لوگ ان کے خلاف اکھٹے ہو جاتے پھر بھی ان کے عزم وارادہ میں ذرہ برابر فرق نہ آتا۔ وہ اپنے ارادے پر ڈٹے رہے اور کسی بھی طرح کی ساز باز کو قبول نہیں کیا۔ اعلیٰ حکمت، علم اور عقل وفراست کی حامل تاریخ کی ایک عظیم اور معروف انقلابی شخصیت نے شاہ کی بار بار دھمکیوں پر کوئی توجہ نہیں دی بلکہ اس سے ان کے پائے ثبات میں مزید استحکام آیا۔ امام خمینی رہ شاہ کی اسقدر اسرائیل نوازی پر کہا کرتے تھے کہ یہ شخص کس بنیاد پر اسرائیل کا اتنا دفاع کر رہا ہے؟! ، کہیں یہ اسرائیلی اور یہودی تو نہیں؟! ۔

امام خمینی رہ نے ۱۳۴۲ھ ش میں دو دفعہ مدرسہ فیضیہ میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا: آج مجھے یہ اطلاع دی گئی ہے کہ بعض خطباء کو سلامتی کونسل لایا گیا اور وہاں ان سے کہا گیا آپ جو بھی کہنا چاہیں کہیں لیکن تین چیزوں سے کسی بھی طرح کا سروکار نہ رکھیں۔ ایک یہ کہ شاہ سے کوئی کام نہ رکھیں، دوسرا یہ کہ اسرائیل کے بارے میں کچھ نہ بولیں، اور تیسرا یہ کہ یہ نہ کہیں کہ دین خطرے میں ہے۔ ان پر عمل کریں اور (اس کے علاوہ) جو بھی

کہنا چاہتے ہیں اسے کہیں۔ ٹھیک ہے! اگر ان تین باتوں کو کنارے رکھا جائے تو پھر کیا بیان کریں؟۔ ہماری جو بھی مصیبت اور گرفتاری ہے انہیں تین مسئلوں کی وجہ سے ہے۔ شاہ اور اسرائیل کے درمیان ایسے کیا تعلقات ہیں جو سلامتی کونسل کہہ رہی ہے اسرائیل کی بات نہ کریں۔ شاہ سے کوئی سروکار نہ رکھیں؟۔ ان دونوں میں کیسے تعلقات ہیں؟، مگر کیا شاہ اسرائیلی ہے؟! ، کیا سلامتی کونسل کی نظر، میں شاہ یہودی شخص ہے؟!۔ اس طرح تو نہیں ہے!۔ وہ تو کہتا ہے میں مسلمان ہوں!! ، اگر وہ ظاہراً اسلام کا دعویٰ کر رہا ہے تو ممکن ہے کہ (آپسمیں تعلق میں) کوئی راز چھپا ہو!۔

## ایک خطرہ

شہید شقاقی اسرائیل اور امریکہ کے ساتھ شاہ کے دائمی تعلقات اور تعاون کے بہ نسبت اپنی ذمہ داری روشن کرنے کی خاطر ایرانی قوم کے نام امام خمینی رہ کے ایک پیغام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: انقلاب اسلامی ایران کے رہبر نے اسلام کے سارے رہبروں اور علماء سے پہلے ہی اسرائیل اور امریکہ کے ساتھ اسلامی ممالک کے تعاون کے نتائج کے پیش نظر خطرے کا اعلان کیا ہے۔ امام نے اس پیغام میں ایرانی قوم سے یہ تقاضا کیا ہے کہ ایران میں اسرائیلی اور امریکی مفادات کے دائمی حصول کو روک لیں اور ان پر حملہ کریں۔ آپ نے دینی علماء اور مبلغین کو اس بات کے لئے مامور ٹھہرایا کہ

اسرائیل کے جرائم کو مساجد اور دینی محافل و مجالس میں لوگوں تک پہنچائیں۔ آپ نے امت مسلمہ سے یہ تقاضا کیا کہ اس فسادی اور سرطانی کیڑے کو نیست و نابود کر دیں!!۔

## پندرہ ہزار انقلابیوں نے جام شہادت نوش کیا

شہید شقاقی فرماتے ہیں: امام خمینی ؒ کے آتشیں بیان و خطاب سے شاہ بہت زیادہ گھبرا گیا۔اس نے حکم دیا امام کو گرفتار کیا جائے لیکن لوگ یہ خبر سن کر سڑکوں پر نکل کر موت یا خمینی اور مردہ بادشاہ کے نعرے لگانے شروع کیے۔ مغرور شاہ نے جو غصہ سے اپنا کنٹرول کھو چکا تھا، فوج کو حکم دیا کہ عوامی احتجاج کو کچل ڈالے جس کے نتیجہ میں تقریباً پندرہ ہزار ایرانی مسلمان عوام شہید ہو گئے ۔ یہ حادثہ ۱۵ خرداد کی مصیبت اور امام خمینی ؒ کی گرفتاری کے نام سے مشہور ہوا ۔

اس وقت کے مصری الازہر یونیورسٹی کے رئیس جناب شیخ محمود شلتوت نے اس حادثہ کے رد عمل میں ایک بیان منتشر کیا اور مسلمین عالم کو دعوت دی ایرانی مجاہدین اور ان کے شہداء کے احباب و اقارب کے ساتھ دلجوئی اور حمایت کا اظہار کریں نیز اس ظلم و زیادتی کے خلاف آواز اٹھائیں ۔ آج کل بے دفاع مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھایا جارہا ہے جس کے سر فہرست ایرانی علماء اسلام اور دینی مبلغین اس ظلم و ستم کے شکار ہو رہے ہیں۔ان کا جرم یہ ہے کہ وہ حق

بات کہنا چاہتے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر انکو ظلم و ستم کا نشانہ بنا کر انہیں جیل میں ڈالا جا رہا ہے۔ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے سے روکا جا رہا ہے۔ تاریخ ایرانی علماء کے باوقار کردار اور فداکاری کبھی بھی فراموش نہیں کر سکتی ہے نیز اسلام کے عروج کے لئے ان کا ایثار بھی ہرگز بھلایا نہیں جا سکتا۔

شہید شقاقی رہ فرماتے ہیں کہ: عالم اسلام میں شاہ کے خلاف بڑھتے ہوئے دباؤ کی وجہ سے شاہ نے مجبوراً امام خمینی رہ کو آزاد کر دیا جس کے بعد امام دوبارہ حوزہ علمیہ قم چلے گئے اور استعمار و استبداد کے خلاف جنگ و مبارزہ کی باگ ڈور سنبھالی۔آپ نے رہائی کے بعد مدرسہ فیضیہ قم کے ایک تاریخی خطاب میں فرمایا: ہمارا نصب العین اسلام ہے، ہمارا مقصد ایران کو استقلال دلانا ہے، ہمارا ہدف ایران کو اسرائیلی گندے کیڑوں سے پاک کرنا ہے ،ہماری غرض وغایت اسلامی ممالک کے ساتھ اتحاد برقرار کرنا ہے ۔

شہید شقاقی رہ اس بات کے قائل ہیں کہ: امام خمینی رہ جیل سے رہا ہونے کے بعد ایک سیکنڈ بھی اپنے جہاد اور مقابلے سے پیچھے نہیں ہٹے۔ آپ نے رہائی کے بعد شعلہ بیانی سے اسلام کے خلاف شاہ کی سازشوں کا پردہ فاش کیا۔ ۱۵/ خرداد کی سالگرہ کے موقعہ پر بعض علماء اسلام کے دستخط کے ہمراہ ایک مشترکہ بیان میں یوں اظہار فرمایا: ہم کسی بھی وقت اسلام کے دفاع اور اسلامی ممالک کے استقلال کے لئے تیار ہیں۔ ہمارا مقصد اسلامی مقصد ہے۔

• • •

سارے عالم میں مسلمین کی آرزو وحدت ہے۔ صہیونیوں کے مقابلے میں سارے مسلمان اقوام کا آپس میں متحد اور وفادار ہونا ضروری ہے ان صہیونیوں نے ہی اس غریب قوم کے قدرتی ذخائر کو مفت میں غارت کیا اور اس قوم کو فقر و بے بسی کی آگ میں ڈال دیا۔

## امت اسلامی کے بحرانوں کا سرچشمہ

شہید شقاقی رہ یوں اظہار نظر کرتے ہیں: ہاں امام خمینی رہ نے حقیقی طور پر امت مسلمہ کے مشکلات کو گہرائی اور دوراندیشی سے سمجھ لیا تھا اور ہمیشہ ان کے حل کی تلاش کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ آپ جزئی اور معمولی مسائل کو چھوڑ کر امت کے اصلی مشکلات کی جڑ پر انگلی رکھتے تھے نیز اسلامی ممالک میں استعمار ،اسرائیل اور ان کے چیلوں کے وجود کو، سارے مشکلات اور بحرانوں کا سرچشمہ قرار دیتے تھے۔ اسی بنا پر استعماری افراد آپ کو برداشت نہ کر سکے اور تھوڑی سی مدت کے بعد ہی آپ کو گرفتار کر کے پہلے ترکی پھر عراق ملک بدر کیا کیونکہ آپ اس بات پر تیار نہیں تھے کہ مسئلہ فلسطین کے بہ نسبت معمولی اور سادہ رویہ سے کام لیا جائے۔آپ مسئلہ فلسطین کے لئے جزئی اور وقتی راہ حل کو رد کرتے تھے ۔ ہر موقعہ پر اسرائیل کے خطرے کی یاددہانی کرتے تھے جب دریائے اردن کے راستے کی تبدیلی کا مسئلہ عرب روساء کے پروگرام میں میز پر تھا تو آپ نے عرب ممالک کے روساء کو خبردار کرتے

ہوئے فرمایا: میں مسلمانوں سے پوچھتا ہوں کیوں اسرائیل کے ساتھ آپ کا اختلاف ایک ہی دریا پر ہی ہے۔ مگر کیا آپ نہیں جانتے ہیں اسرائیل نے پوری فلسطینی سرزمین کو غصب کر رکھا ہے؟! آپ تو اپنے آپ میں مشغول ہو گئے ہیں، آپ یہودیوں کو فلسطین سے باہر نکالنے کی جدوجہد کریں،(نہ یہ کہ) فلسطین کو چھوڑ دیں اور دریا کے اختلاف کی طرف چلے جائیں۔( اگر آپ اسی طرف گئے) تو یہ ایسا ہی ہو گا آپ نے اسرائیل کو فلسطینی حاکم کے طور پر قبول کیا ہے!۔ امام خمینی رہ نے صہیونیوں کے ہاتھوں مسجد الاقصیٰ کو آگ لگانے کے سانحہ کے بعد، بعض اسلامی شخصیتوں کی طرف سے اس کی تعمیر و مرمت کے طریقوں کے بارے میں پوچھے گئے سوال کے جواب میں یوں فرمایا: جب تک اسرائیل فلسطینی سرزمین پر قابض ہے اس وقت تک مسجد الاقصیٰ کی تعمیر و مرمت واجب نہیں ہے کیونکہ اسرائیلی ظلم و ستم کی یاد ہمیشہ مسلمانوں کے لئے زندہ باقی رہنے چاہئے تا کہ وہ ساری فلسطینی سرزمین اور اس کے اسلامی مقدس مقامات کو غاصب اسرائیل کے ہاتھوں سے آزادی دلا سکیں !! ۔

## امام خمینی رہ نے واپسی پر شاہ کو للکارا!

جب امام خمینی رہ ۱۲ ماہ بہمن ۱۳۵۷ھ۔ش کو مھرآباد ائرپورٹ پر آخری کامیابی کی خوشخبری کے ہمراہ پہنچ گئے تو اس نازک اور حساس موقعہ پر بھی شاہ اور اسرائیل کے قریبی اور وسیع روابط فراموش نہیں کیا جو اگرچہ وہ پہلے کی

طرح نہیں رہ گئے تھے ۔آپ نے ائرپورٹ کے مقام پر ہی خبردار کیا: اگرامریکہ اور انگلستان کی حمایت سے بختیار اور ملٹری فورسز نے لوگوں کے خلاف مزید کاروائی کی نیز اسرائیل سے فوجی طاقت منگوائی تو ہم اپنے فریضہ پر عمل کریں گے۔اسلامی انقلاب کے عروج اور ۲۲ بہمن کی کامیابی کے بعد عالم اسلام کو بے نظیر احساس نے اپنے سایہ میں لے لیا۔دنیا کے مختلف ممالک میں مسلمانوں نے انقلاب کی کامیابی پر جشن منایا اور ایک دوسرے کو مبارکباد دی نیز اس فتح مبین کے تئیں مسرت کا بھی اظہار کیا، لیکن فلسطینی مقبوضہ سرزمین میں مسلمانوں کی خوشی کا حال کچھ اور ہی تھا۔ اس سرزمین کی مجروح اور رنجیدہ امت دوبارہ نئے سرے سے بیدار اور امیدوار ہو گئی۔ جو لوگ نصف صدی سے زیادہ کے عرصہ تک صہیونیوں کے زیر سایہ زندگی کاٹ رہے ہیں اور عرب نظاموں کی متعفن فضا سے رنج و غم تحمل کر رہے ہیں، سالوں سال زحمت و مشقت بھری زندگی کاٹنے کے بعد پہلی دفعہ فلسطینی سرزمین کی آزادی کے لئے امیدار ہو گئے۔ انہوں نے یہ احساس کیا کہ بیت المقدس کی آزادی نہ فقط ممکن ہے بلکہ نزدیک ہی ہے، فقط وقت اور صبر وہمت سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ اسی بنا پر ایرانی اسلامی انقلاب نے مسلمانوں کو بیداری اور آگاہی عطا کی اور اسلامی انقلاب فلسطین میں نئی تحریک کے آغاز کا باعث بن گیا۔

•••

## ہمارے ایک ہی رہبر امام خمینیؒ ہیں، یاسر عرفات کیا سے کیا بن گیا

انقلاب اسلامی کی کامیابی کے ابتدائی دنوں میں تہران میں تحریک آزادی فلسطین کے رہبروں کا اس طرح گرم جوشے سے استقبال کیا گیا کہ کسی بھی دوسرے ملک میں اس طرح انکی میزبانی نہیں کی گئی۔ ابھی انقلاب کی کامیابی کو ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا تھا کہ امام خمینی رہ نے ایک باوقار محفل میں تحریک آزادی فلسطین (ساف) کے رئیس یاسر عرفات کو اپنے استقبال سے نوازا۔ یاسر عرفات کا رابطہ معمولاً جناب صادق قطب زادہ کے ساتھ رہتا تھا لہذا ان سے ہی تقاضا کیا کہ تہران جانے کا انتظام کریں۔ جناب قطب زادہ نے معذرت چاہی اور ان سے کہا کہ موجودہ حالات میں ابھی آپ کا تہران آنا مناسب نہیں ہے۔ یاسر عرفات نے مجبوراً شہید شیخ محمد منتظری کے ساتھ رابطہ کیا ۔ شہید محمد منتظری نے ان سے کہا : آپ ابھی تشریف لایئے ہم آپ کے منتظر ہیں ۔آپ خود ہی فیصلہ کریں دونوں جوابوں میں کتنا فرق ہے۔ دراصل یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ ایک طرف اسلامی اور انقلابی تفکر اور دوسری طرف لیبرل طرز تفکر!۔

یاسر عرفات نے تہران میں امام خمینی رہ کے ساتھ ملاقات میں کہا کہ : ہمیں دو انقلابوں کے نام نہیں دیئے جاسکتے ہیں۔ ہم ایک ہی انقلاب کے فرزند ہیں، ہمارا رہبر ایک ہی ہے، وہ امام خمینی رہ ہیں!! ۔

•••

یاسر عرفات کے ہمراہ ایک شخص نقل کرتے ہیں : عرفات نے تہران میں امام خمینی رہ کی تصویر کی طرف اشارہ کیا اور کہا لگ رہا ہے قدرت کا بھی یہی فیصلہ ہے کہ بیت المقدس غیر عربوں کے ہاتھوں آزاد ہو! ۔ان دنوں اکثر تجزیہ نگاروں کا کہنا تھا کہ ساف کے صدر کا یہ سیاسی دورہ ہے نہ کہ اسلامی ہمدردی کے تحت ۔البتہ آخر کار جلد ہی پھر تحریک آزادی فلسطین کے روساء لیبرالیزم اور قومی تفکر کے ہمراہ امام خمینی رہ کے مقابلے کھڑے ہوگئے۔۱۳۶۰ کو تحریک آزادی فلسطین (ساف) کے اجرائی کمیٹی کے عضو ہانی الحسن نے پہلے فلسطینی سفیر کے عنوان سے تہران میں مسعود ربوی کے ساتھ ملاقات کی اور اپنی تنظیم کے موقف کی تایید کی!۔

دراصل جو نقصان اسلامی انقلاب اور تحریک آزادی فلسطین کے تعلقات کو ہوا، اس وقت کے بہت تجزیہ نگاروں نے پہلے ہی اس کا عندیہ دیا تھا۔ لہذا اس مسئلہ نے کسی کو بھی تعجب میں نہیں ڈالا۔ ایران نے ساف اور فلسطینی انقلاب کو لیبرالیزم تفکر سے اسلامی تفکر کی طرف لانے کے لئے بہت کوشش کی لیکن یہ سب جدوجہد موثر ثابت نہ ہو سکی۔ حوزہ علمیہ قم میں جناب ہاشمی رفسنجانی صاحب، جناب یاسر عرفات اور بعض علماء دین کی حاضری میں تین گھنٹے کی ایک نشست منعقد ہوئی جس میں فلسطینی جنگ کو اسلامی رجحان کی طرف لانے کی کوشش کی گئی لیکن یاسر عرفات کچھ بھی قبول نہیں

کرتے تھے ، صرف بیہودہ بہانہ لاکر اسکو ناممکن قرار دیتے تھے۔ درحقیقت ساف کے روساء یہ چاہتے تھے کہ ایک طرف ایران کو دباو میں ڈالیں اور دوسری طرف اسرائیل اورامریکہ کے ساتھ سیاسی مذاکرہ میں کامیابی کا سہرا اپنے سر باندھیں تاکہ اپنے سیاسی مقاصد تک دسترسی پیدا کر کے امتیاز حاصل کر سکیں حتی یہ بھی اصرار کرتے تھے کہ تہران میں امریکی سفارت خانہ سے پکڑے گئے جاسوسوں کے سلسلے میں مداخلت اور ثالثی کا رول انجام دیں۔

جس وقت بعض امریکی سیاہ فام قیدی آزاد ہو گئے تو ساف نے اعلان کیا کہ یہ رہائی ہماری وساطت سے انجام پائی ہے۔ایران پر عراقی فوجی حملہ کے ابتدائی ایام میں یاسر عرفات کا موقف غیر جانبدارانہ تھا لیکن رفتہ رفتہ صدام کے موقف سے ہم آہنگ ہونے لگے اور جلد ہی پھر پوری طرح صدام کی طرفداری کی ۔ تہران میں فلسطینی سفیر ہانی الحسن کا مشکوک انداز میں ایران سے چلا جانا،امریکی قیدیوں کے مسئلہ میں وساطت کے لیئے آمادگی کا اعلان کرنا، ایرانی حکومت کے مخالفین کے لئے بینک اکاونٹ کھولنا،ایران اور عراق جنگ میں منفی اور غلط موقف اختیار کرنا اور مسعود رجوی کے ساتھ ہانی الحسن کی ملاقات جیسی غلطیوں کے ارتکاب سے دونوں کے روابط کو شدید دھچکہ پہنچا۔ لیکن وہ علت جس کی وجہ سے دونوں کے تعلقات مکمل طور پر پر ختم ہو گئے ، وہ اس وقت کے عرب ولی عہد شاہزادہ فھد کے مسودہ کے ساتھ یاسر عرفات

کی موافقت کرنا تھی وہ مسودہ اسرائیل کے ساتھ سازش رچنے اور اس کی حمایت کرنے پر مشتمل تھا۔ کیونکہ امام خمینی رہ نے اس پلان کی شدت سے مخالفت کی تھی اور اس کو محکوم کیا تھا ۔ آپ نے اس مسودے کو اسلام اور قرآن کے ساتھ خیانت کرنے کے برابر قرار دیا تھا نیز جو افراداس بات کے قائل تھے کہ اس مسودے میں مثبت نکات پائے جاتے ہیں ان کو خبر دار کیااور فرمایا: اگراس پلان میں اسرائیل کو رسمی طور پر قبول کرنےاور اسکی امنیت کی ضمانت دینے کے سوا کوئی بھی دوسرا منفی پہلو موجود نہ ہو بلکہ باقی سب مثبت اثرات پائے جاتے ہوں، پھر بھی یہ مسودہ اسلام کے لئے ایک بڑاخطرہ شمار کیا جاتاہے۔ میں تمام مسلمان اقوام سے تقاضا کرتاہوں اس نقشہ کے خلاف قیام کریں اور اپنے خون کی قربانی سے اس کو شکست دیدیں۔ امام خمینی رہ نے دوسرے ایک بیان میں بلاواسطہ تحریک آزادی فلسطین کے روساء سے خطاب کیااور فرمایا: میں فلسطینی رہبروں کو نصیحت کرتاہوں کہ ان کی ساتھ رفت و آمد کو ترک کردیں۔ خداوند متعال پر توکل کر کے اپنی حدود کو لانگنے والوں کے ساتھ جنگ کے لئے شہادت یاکامیابی تک اپنے لوگوں کی رہبری کریں، ان کے ہتھیاروں کانشانہ اسرائیل کی طرف ہو وہ یہ جان لیں ان کا یہ آناجانااس بات کاباعث بن رہاہے کہ انکی مجاہد قوم ان سے لگی ہوئی امید کھوددے گی ۔

لہذااس طرح امام خمینی رہ نے اپنے قیام اور مقابلہ کی ابتدا سے ہی مسئلہ فلسطین کے تئیں ناقابل شکست اٹل رویہ اپنایا جبکہ تحریک آزادی فلسطین (ساف) کے روساء قدم قدم پر اپنے موقف سے ہاتھ اٹھاتے گئے، یہاں تک کہ آج ہر سازش کے ساتھ سمجھوتہ کرنے کے لئے تیار ہیں۔آخر کار امام ہم میں سے چلے گئے اور فقط ان کی یاد اور ان کا راستہ باقی رہا ہے۔روز قدس باقی رہا ہے۔ (قدس یعنی) وہ دن جو امام خمینی رہ نے انقلاب اسلامی کی کامیابی کے پہلے سال سے ہی اسے قدس کے نجات کا دن ،اسلام کے نجات کا دن اور اسلام کے احیاء کا دن ، کے عنوان سے معین کیا ہے۔اس دن ہر مسلمان پر واجب ہے اسرائیل کے خلاف جہاد کے لئے اپنے آپ کو مسلح اور آمادہ کرے۔ بغیر کسی شک کے ایسے ہی دن میں قدس ،اسلام اور مسلمین کی آغوش میں واپس پلٹے گا ۔

# ڈاکٹر شہید فتحی شقاقی رح کی یاد ڈائری

## ۱۳ سالہ جوان نے اپنا کام کر دیا!

شہید شقاقی نے امام خمینی رہ اور اسلامی انقلاب کے لئے اپنے بہت سی یادیں، مقالات اور تقریریں اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ آپ ایک خطاب میں اظہار افسوس کے ساتھ بعض اقوام کی ناآشنائی کو اسکتباری قدرتوں کے بڑی سازشوں کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: دنیا کی بعض اقوام نے ایرانی اسلامی انقلاب کو مناسب اور حقیقی معنوں میں نہیں پہچانا ہے ۔ آپ خداوند متعال کا شکر بجالاتے ہیں کہ یہ انقلاب ابھی بھی زندہ ہے اور آگے بڑھ رہا ہے !

۔ آپ کہتے ہیں : انقلاب اسلامی کی کامیابی کے لحات مجھے اچھی طرح یاد ہیں ۔ اس وقت میں مصر کی الز قاریق یونیورسٹی میں پڑھتا تھا۔ یونیورسٹی کی دیوار پر ۱۳ ایک سالہ نوجوان طہ الزینی کی فوٹو لگی تھی ۔ اس نے میری توجہ اپنی طرف جذب کی۔ مصری سلامتی مسؤولین نے اسلامی رجحان رکھنے والے افراد کی طرفداری کے سلسلے میں اسے بھی اسیر کیا تھا ۔ شہید شقاقی انقلاب کی کامیابی کے دنوں میں طہ الزینی کے فوٹو۔کے پاس گئے اور آنکھوں میں فرط مسرت سے جھلکتے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ بلند آواز میں کہا: طہ: تمہارے لئے خوشخبری ہے انقلاب اسلامی کامیاب ہو گیا، یقیناً تم جیل سے آزاد

ہو جاؤ گے۔ آج کے بعد وہ تمہیں نہ ٹارچہ (Interrogation) کر سکتے ہیں اور نہ ہی ہمیں وہ ڈرا دھمکا سکتے ہیں ۔

شہید شقاقی مزید یوں فرماتے ہیں: اس رات میں اور بعض دوست نہیں سوئے بلکہ ایک دوسرے کے ارد گرد بیٹھے ہوئے تھے تاکہ احتجاجات کیلئے نعروں، بینرز اور فوٹو تیار کرنے کے لئے ضروری فیصلے لینے پر بات کریں۔ ۱۲ فروری ۱۹۷۹ صبح سویرے مصری مسلمانوں کا ناقابل تعریف خوشحالی کا مظاہرہ دیکھنے کو ملا۔ اس دن ایک آشنا مصری کمیونسٹ طالب علم نے میرے پاس آ کر ہاتھ ملایا اور کہا: میں آپ لوگوں کی کامیابی پر آپ سب کو مبارکباد دیتا ہوں ۔ایک فلسطینی طالب علم نے مجھ سے کہا کہ انقلاب کی کامیابی کی خبر سننے کے بعد مٹھائی خریدنے کے لئے ہوسٹل سے باہر گیا لیکن میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا مجھ سے پہلے ہی بہت سارے افراد نے مٹھائی خریدی ہے اور لوگوں میں بانٹ رہے ہیں ۔

## فقط اسلامی راہ حل خمینی ہے!

ابھی انقلاب کی کامیابی کو تین دن بھی نہیں گزرے تھے کہ شہید شقاقی نے مصر میں الخمینی الحل الاسلامی والبدیل (خمینی تنہا اسلامی راہ حل اور جایگزین) نام کی کتاب منتشر کی۔ یہ انقلاب کے بارے میں آپ کی پہلی کتاب تھی جو منظر عام پر آئی۔ آپ نے انقلاب کی کامیابی سے تین ماہ قبل اس

کتاب کو تالیف کرنا شروع کیا تھا۔ پورے مصر میں اس کتاب کے دس ہزار نسخے ۴۸ گھنٹوں کے اندر تقسیم اور فروخت ہو گئے اگرچہ یہ کتاب آپ نے اپنے فرضی نام سے چاپ کروائی لیکن اس اقدام کے بعد ہی مصری حکام نے آپ کی شناخت کرا کے آپ کو گرفتار کیا۔ یہاں پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ جو مصری افسر آپ سے تفتیش کیلئے مامور کیا گیا تھا، وہ سب سے پہلے اس بات کا راغب تھا کہ انقلاب اسلامی کے تبدیلیوں نیز ان کی جزئیات سے باخبر ہو۔ اس نے شہید سے چاہا کہ اپنی کتاب کا ایک نسخہ اپنے دستخط کے ہمراہ مجھے ہدیہ دے۔ اسی وجہ سے آپ کو چار دن کے بعد ہی رہا کیا گیا۔

## اسرائیل کی نابودی میں کوئی شک نہیں ہے!

شہید شقاقی رح کی نظر میں لبنان اور فلسطین میں ساری دنیا کے بنسبت انقلاب اسلامی کا اثر زیادہ پڑا ہے۔ یہ تاثیر ۱۹۴۸ء میں مقبوضہ فلسطینی سرزمین کے ساکنین میں بھی بے سابقہ طور پر پائی گئی کیونکہ امام خمینی رہ نے مسلمین کے دلوں میں یہ امید زندہ کی کہ صہیونی دشمن مار کھانے والا اور نابود ہونے والا ہے۔ شہید شقاقی رح نے پہلے عالمی یوم قدس کی مناسبت سے منعقد پروگرام میں اپنے خطاب میں بیان کیا کہ: اس میں ہمیں کوئی بھی شک نہیں ہے کہ اسرائیل نابود ہونے والا ہے۔ اسلامی ایران میں جو عظیم تبدیلی

رونماہوئی ہے، اسرائیل کی نابودی مستقبل میں جلدی ہی عملی شکل پیدا کرے گی ۔

## سارا عالم بدل گیا لکین استعمار بوکھلاہٹ کا شکار ہوگیا

شہید شقاقی رح بیان کرتے ہیں کہ : تمام بین الاقوامی تجزیہ نگار اور مفکرین اس بات کے قائل ہیں کہ ایران میں اسلامی انقلاب کی کامیابی کے بعد پوری دنیا بدل گئی ہے ۔ سارا عالم اسلام اسلامی انقلاب کی مشعل سے نورانی ہو گیا ہے ۔ یہ کامیابی علاقہ اور دنیا کی تاریخ میں ایک اہم ترین اور عظیم بدلاؤ (The Great Change) شمار کیا جاتا ہے ۔ دراصل ایران میں انقلاب کی کامیابی نے ۱۴ صدیاں گزرنے کے بعد اسلام کی قدرت کا عملی مظاہرہ پیش کیا نیز فورسز کے اندر توجہ ، نظم وضبط اور (جہاد کے لئے) آمادگی پیدا کرنے کی قدرت سے طاغوتی حکومتوں کی نابودی کے لئے اپنی حقیقی طاقت کا عملی نمونہ پیش کیا ۔ اس سرفرازی نے مسلم امتوں کو بڑی بڑی حکومتوں اور طاقتوں کی طرف سے لاحق خوف اور پریشانی سے چھٹکارا دلایا اس لئے کہ قومیں اب بغیر کسی وابستگی کے آزادی ، عزم مصمم ، قوی ایمان اور جذبہ شہادت کے ہمراہ زندگی گزار سکتی ہیں اور کسی دوسرے کی محتاج نہیں رہ سکتی ۔ انقلاب کامیابی نے دنیا کے دسیوں لاکھوں مسلمانوں اور مستضعفین کے دلوں میں جسقدر امید کی جگائی ، اتنا ہی عالمی مستکبرین نیز علاقہ میں ان کے

آلہ کاروں اور چیلوں کے لئے یہ کامیابی ناگوار اور تلخ ثابت ہوئی لہذا انقلاب کی کامیابی کے فوراً بعد سے ہی استکبار کے مقابلے میں کھڑے ہو گئے۔ ایران کے بعض علاقوں میں حالات خراب کئے گئے ۔ ضد انقلاب اور منافق گروہوں اور عالمی استکبار کے چیلوں کی حمایت کی جانے لگی۔ اگرچہ ایران کو سیاسی ، اقتصادی اور فوجی محاصرہ میں گھیر لیا۔ صدام حسین کے ذریعہ تھوومی گئی جنگ شروع کروائی تاکہ انقلاب اسلامی اور آزادی طلب افراد کی فوج سے مقابلہ کیا جاسکے نیز سایکس بیکو معائدے ( یہ معائدہ پہلی عالمی جنگ کے بعد فرانس اور برطانیا کے درمیان طے پایا تھا) علیحدگی پسند پست نظام کی حفاظت کی جاسکے۔ کیونکہ اسلامی ممالک کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا انکی نئی استعماری سازش کا بنیادی رکن ہے۔ حقیقت میں ایران اسلامی القلاب اور نئی جمہوریت اور اس کے علاوہ دنیا کے دوسرے مسلمانوں کو گوشہ نشینی کے عالم میں ڈھکیلنا، دنیا کی استکباری طاقتوں اور علاقہ میں ان کے چیلوں کی اہم ترین پالیسی تھی ( اور آج بھی اسی طرح بلکہ زیادہ ہی خطرناک سازش رچے ہوئے ہیں )۔

شہید شقاقی رح مشرقی وسطی میں عالمی استکبار کے آلہ کار لوگوں ، جنہوں نے انقلاب اسلامی ، آزادی اور عدالت طلب اقوام کے درمیان فاصلہ ڈالنے کی کوشش کی، کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے کہتے ہیں کہ : استکباری طاقتوں نے

اسلامی جمہوریہ ایران سے مقابلہ کے غرض سے تھوومی گئی جنگ کے آغاز سے ہی عرب اور فارس کی جنگ، ایران اور اسرائیل کے مابین ہتھیاروں کے خرید و فروخت کے معائدے جیسے گمراہ کن اور جھوٹے مسائل کی ترویج و تبلیغ کی۔ اسی طرح انقلاب اسلامی کی رہبریت اور مسلمانوں کے درمیان دوری ایجاد کرنے کے لئے سازش رچنے نیز امت مسلمہ کے دوپر یعنی شیعہ و سنی کے مابین تفرقہ ڈالنے کی گھٹیا حرکت شروع کی۔ اسی لئے بعض عرب ممالک میں مشکوک مراکز کی طرف سے سینکڑوں کی تعداد میں گمراہ کن کتابیں اور رسائل کی نشر و اشاعت میں پہل کی گئی تاکہ اہلسنت کے درمیان یہ خود ساختہ فکر عام طور پر رائج کرا سکیں کہ شیعہ مذہب کے پیروکار مسلمان نہیں ہیں !۔ درواقع دشمن ان سب گھٹیا کوششوں سے یہ حاصل کرنا چاہتا تھا کہ انقلاب اسلامی اور اس کی رہبری نیز مستکبرین کے ساتھ جہاد کرنے سے امت مسلمہ کی توجہ ہٹادیں۔ لوگوں میں اس طرح پروپگنڈہ کرتے تھے کہ قدامت پرستی اور سخت گیری اور مسلح جہاد شیعوں کے خصوصی صفات میں سے ہیں جبکہ اہل تسنن اعتدال پسند اور دینی مصلحت پسند کے طرفدار ہیں۔

شہید شقاقی رح انقلاب اسلامی کے خلاف عالمی استکبار کے سازشوں کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: سازشوں کی بمباری کا حجم اتنا زیادہ تھا کہ آسانی سے تیسرے عالم کی حکومتوں میں کوئی بھی نئی سیاسی حکومت کو نابود

کیا جا سکتا تھا لیکن خداوند متعال نے انقلاب اسلامی اور اسلامی جمہوریہ کو اپنی عنایت سے نوازا اور اسے دشمنوں کے شر و ضرر سے محفوظ رکھا۔

## انقلاب اسلامی پرچمدار عالم اسلام ہے!

شہید شقاقی رح تاکید سے کہتے ہیں: امام خمینی رہ انقلاب اسلامی اور اس تحریک کا آخری ہدف فقط ایران کو جغرافیائی حدود میں ایک طاقت ور ملک بنانا نہیں ہے۔ بلکہ ایران کے کندھے پر عالمی رسالت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔امام خمینی رہ نے اس ہدف کو معین کیا ہے۔ اگر ایران اس ہدف سے چشم پوشی کا مظاہرہ کرے گا تو خدانخواستہ ساری دنیا میں ان کی حیثیت کمزور ہو گی نیز اس کا بھی زیادہ احتمال ہے کہ عالم اسلام میں بھی اس کی اہمیت کم ہو جائے۔ اس عالمی رسالت کو تحفظ اور دوام بخشنے کے لئے ایران کو یہ موقعہ ملا ہے کہ وہ عدل الہٰی واسلامی حکومت اور عالم اسلام کے انقلاب کے پرچمدار کے طور پہ سامنے آسکتا ہے۔ مختلف نظریوں کی بنیاد پر میں اس بات کا قائل ہوں کہ انقلاب اسلامی کے عالمی رسالت و کردار، اور ماڈرن اور طاقت ور ایران بنانے میں آپسمیں جو تعلق پایا جاتا ہے وہ ایک مضبوط اور اٹوٹ ارتباط ہے۔

شہید شقاقی رح ایران کے قدرتی ذخائر اور اسکی جغرافیائی ، اقتصادی، اجتماعی اور ثقافتی حیثیت کو انقلاب کے دوام کے لئے اہم ترین اسباب قرار دیتے ہیں جن کو حسب ذیل بیان کیا ہے:

• • •

۱. جغرافیائی وسعت ،اسٹراٹیجک جائے وقوع کا حامل ہونا اور قدرتی ذخائر سے حاصل ہونے والی درآمدنی۔

۲. اسلامی معنوی قدرت ،جس نے لوگوں کے وجود میں اپنی جڑیں پھیلائی ہیں جو کہ انقلاب اسلامی کے برپا ہونے کے ساتھ ساتھ انقلابی نعروں کے سایہ میں سامنے آگئے۔

۳. امام خمینی رہ کی عاقلانہ قیادت نیز سینکڑوں بڑی شخصیتوں اور انقلابی مسلمان اسٹافنز کی موجودگی، جو آپ کو مدد کرتے رہتے تھے اور ملک کو چلانے ، لوگوں کو آمادہ کرنے اور سازشوں کے خلاف مقابلہ کرنے جیسی سنگین ذمہ داریاں نبھاتے تھے۔

۴. امت کا بے سابقہ اور ہمہ جانبہ میدان میں حاضر ہونا نیز اسلامی اور انقلابی قیادت کے اوامر کی پیروی کرنا۔ انکا یہ قابل دید حضور مختلف مواقع کے وقت اور مختلف شعبوں میں آشکار تھا۔

شہید شقاقی رح نے تقریبا ۲۵ سال قبل اپنے تحلیلی بیانات میں، انقلاب اسلامی کے اور خطہ میں آزادی طلب اقوام کے خلاف عالمی استکباری طاقتوں کی سازشوں کے دوام کا عندیہ دیا تھا۔ موجودہ حالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ ان سازشوں کو پوری طرح بھانپ چکے تھے۔آپ کہتے ہیں: امام خمینی رہ کا یہ نظریہ تھا کہ کسی بھی مشکل سے نپٹنے کے لئے سب سے پہلے اس کے علل

واسباب کی جستجو کی جائے۔ سازش کی آگاہی ہمیں احساس ذمہ داری سے معاف نہیں کر سکتی، سب سے اہم یہ ہے کہ ہمیں علاقائی اور عالمی سطح پر انقلاب کے نتائج کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ہمیشہ ان کو یاد رکھنا چاہیئے۔ موجودہ حالت میں ہمیں دیکھنا چاہیئے کونسی چیز زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اپنے آپ سے پوچھیں کن کاموں کے لئے ابھی قدم نہیں اٹھایا ہے، کونسے امور انجام دینے چاہیے تھے لیکن ابھی تک انجام نہیں دیئے؟۔ ہمیں بڑے بڑے چیلنجوں سے سامنا کرنا ہے، لہذا یہ لازمی ہے کہ انقلاب کے بعد ایران کی تعمیر نو، مضبوط اور غیر وابستہ اقتصادی ڈھانچہ کی تشکیل اپنے پروگرام کے سر فہرست میں قرار دیں۔

جس طرح شہید شقاقی رح نے تقریباً ۲۵ سال قبل انقلاب اسلامی کے بارے میں استعماری ہتھکنڈوں کے بارے میں پیش گوئی کی تھی اسی طرح بتایا تھا استکباری، قدرت طلب طاقتیں ہمیشہ اس کوشش مین لگی رہیں گی کہ اسلامی ممالک کو پسماندہ، بے ارادہ اور اپنا محتاج بنا کے رکھیں۔ آپ یہاں پر تاکید کرتے ہیں: اسلامی جمہوریہ ایران کا نظام، فقط بین الاقوامی میدان میں متحرک حاضر رہنے اور خارجی سیاست ہیں متحرک رول ادا کرنے کی صورت میں ہی طاقت ور، آزاد، مستقل، ماڈرن اور مؤثر ثابت ہو سکتا ہے۔

## ہم یتیم ہو گئے!

شہید شقاقی رہ امام خمینی رہ کے وفات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرماتے ہی: امام خمینی رہ کی رحلت کے ایک دن بعدان کے جنازہ میں شرکت کے لئے مھرآباد آئر پورٹ تہران پہنچا۔ وہاں پر موجود مہمان برادران میں سے ایک برادر نے مجھ سے کہا کہ میرے برادر ہم یتیم ہو گئے۔۔۔، ہم اپنا مہربان باپ کھو چکے ہیں۔۔۔ ۔ اس دن ہم لاکھوں مستضعف اور مسلمان لوگوں کے بارے میں سوچ رہے تھے جوایک مرتبہ دوبارہ ایک دوسرے کے ارد گرد جمع ہو گئے تھے۔میں نےاس مہمان سے چند گھنٹوں کے بعد پوچھا کہ کیاآپ نے مجلس خبرگان کے ذریعہ انقلاب اسلامی کی قیادت کے لئے حضرت آیت اللہ خامنہ ای کے منتخب ہونے کی خبر سنی ہے ؟۔اس نے جواب دیا۔ خدایا ! ابھی تک میرے ذہن میں یہ بات کیوں نہیں آئی ؟!۔امام کی رحلت کے بعد پہلی دفعہ میں نے یہ احساس کیا کہ ہماری طرف ایک ہاتھ پھیلا ہوا ہے جو ہمیں اس سر گردانی اور پریشانی سے نجات دلائے گا۔ عالم اسلام مشکلات میں جکڑا ہوا ہے۔میرے ذہن میں یہ سوال اٹھا کیا امام خمینی رہ اور امام خامنہ ای دام ظلہ کی شخصیتوں کے درمیان کوئی فرق تصور کیا جاسکتا ہے؟ میں شک میں تھا۔۔۔اگرچہ امام خمینی رہ کے بغیر دنیادوسری دنیا ہے۔ کیونکہ آپ نے فلسطینی امت اور تحریک پر بہت گہرا اثر ڈالا ۔ کچھ ماہ

کے بعد انقلاب اسلامی کی کامیابی کی پہلی سالگرہ کے موقعہ پر اس کے بانی اور قائد کے بغیر جشن منایا گیا۔ میں فلسطینی انتفاضہ اور اس کے اسلامی نعروں کی شروعات کو انقلابی اسلامی کا ایک اہم نتیجہ سمجھتا ہوں۔ بہر حال میں نے امام خمینی رہ کی غم انگیز رحلت پر ایرانی مسلمان ملت اور دنیا کے سارے مسلمین کی خدمت میں تسلیت و تعزیت پیش کی ۔ میں اس مصیبت میں ان کے تمام دوستوں اور پیروکاروں کے غم و حزن میں شریک ہوں۔

# دوسری فصل

## تحریک جہاد اسلامی فلسطین

# تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی پیدائش

## ۵ روزہ جنگ سے کیا ملا اور کیا کھویا!؟

اس میں شک نہیں کے کہ جون ۱۹۶۷ء میں عالم عرب اور اسرائیل کی جنگ کے نتیجہ کو اسلامی رجحانات کی فضا کو فراہم کرنے کا ایک بڑا اور بہتر ذریعہ شمار کیا جاتا ہے۔ اس کی وجہ سے عالم عرب اور عالم اسلام میں اسلامی سیاسی رجحانات کو وسعت مل گئی۔ شہید شقاقی رہ کی نظر میں اس پانچ روزہ جنگ نے عالم عرب پر حاکم تمام قومی اور لائیک حکومتوں (National and Anti-Religion Systems) کے فکری اور قومی منصوبوں اور رجحانات پر سوالیہ نشان لگا دیا نیز صہیونی حکومت اور امریکہ کے مقابلے میں ان کی شکست کو ثابت کیا۔ دوسری جانب اس شکست نے عالم عرب میں دینی رجحان رکھنے والے افراد کے کاموں کو بھی مشکوک بنا دیا مثال کے طور پر انجمن اخوان المسلمین جو ۱۹۲۸ء میں تشکیل پائی لیکن نہ حکومت کو ہاتھ میں لے سکی اور نہ ہی اس جنگ کی ناکامی کو روک سکی !۔ عربی معاشروں میں متحرک اور انقلابی اسلام کی وہ قدرت موجود تھی جس کے ذریعہ آسانی سے غیر اسلامی افکار کے ساتھ مقابلہ کیا جاسکتا ہے لیکن اسلامی رجحانات بیسوی صدی کے آغاز سے ہی کافی وسائل ہاتھ میں ہونے

کے باوجود بھی، لائیک اور قومی رجحانوں کو نہ روک سکی۔ تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی نگاہ میں اس جنگ میں عربی حکومتوں کی شکست عام مسلمانوں کے لئے نیز عالم عرب پر حاکم سیاسی نظاموں کے منصوبوں کے لئے مصیبت آور تھی ۔

## اسلامی روایتی پارٹیوں میں زلزلہ آیا

جون ۱۹۶۷ء کی جنگ اکے بعد اسلامی سنتی انجمنوں کے اندر رفتہ رفتہ عام افراد سے لیکر بعض بڑی ممتاز شخصیات تک میں گزشتہ فعالیتوں پر نظرثانی کرنے کی ضرورت نیز فکری نقطہ نظر کے حوالے سے بھی اختلافات پیدا ہونے لگے۔اس نے عالم عرب کے اسلامی روایتی گروہوں میں ایسے لرزے کی گھنٹی بجائی کہ بہت سے ایسے سوالات جن کے ابھی جواب پیش نہیں کئے گئے تھے ،پھر سے سر اٹھانے لگے۔اسلامی سرگرمیوں کوآگے بڑھانے کی کیفیت پر نیز نئے راہ حل اور پروگراموں پر، اسی طرح نئے فکری نمونوں کی ضرورت پر دس سال سے زیادہ عرصہ تک جدل و بحث ہوتی رہی ۔اسی وقفہ کے دوران انقلاب اسلامی کامیاب ہوگیا۔ یہ انقلاب عالم عرب میں ایک مناسب اسلامی آئیڈیل پیش کرسکا جس نے ہمارے لئے مقابلے ، اقتدار اور کامیابی کا راستہ روشن کیا۔ ان سب کے باوجود انقلاب اسلامی کی سرفرازی نے تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی پیدائش میں اچھا خاصہ مناسب اثر ڈالا۔

• • •

اس تحریک کی تاسیس سے قبل اسلامی روایتی انجمنوں میں بھی بعض فکری رجحانات ظاہر ہوتے رہتے تھے۔ ان سب انجمنوں کے سرپر پریشانی اوراضطراب کے بادلوں کا سایہ منڈلا رہا تھا اور بہت سے تعلیم یافتہ افراد اپنی گزشتہ کارکردگیوں پر نظر ثانی کی ضرورت پر زور دیتے تھے۔ عالم عرب میں نئے فکری رجحانات کے تدریجی ظہور سے تحریک جہاد اسلامی کے بانی بے خبر نہیں تھے مثال کے طور پر مصر جیسے بڑے ملک میں تحریک جہاد اسلامی کے بانی خود یونیورسٹیوں کے اندر سے ہی جمع اور منتخب ہوئے۔ اسی طرح ۱۹۷۰ء کی دہائی میں اخوان المسلمین کی تنظیم سے دوسرے بہت سے گروہ جدا ہوگئے اور اپنی مستقل انجمن تشکیل دیدی۔

## اسرائیل کی نابودی کے لئے جنگ کے علاوہ چارا نہیں

مقبوضہ فلسطین میں سب سے پہلے جس شخص نے قابضوں کے ساتھ جنگ اور مسلح جہاد کی آواز بلند کی، وہ جناب یعقوب قرش ہیں۔ تحریک آزادی فلسطین فتح کے ساتھ آپ کے نزدیکی روابط تھے۔ آپ نے ۱۹۷۷ء میں اپنی جہادی سرگرمیاں شروع کی آپ ۱۹۷۹ء کے اواخر میں صہیونیوں کے ہاتھوں گرفتار اور اردن تبعید کیے گئے۔ انقلاب اسلامی کی سرفرازی کے ساتھ ہی دوسرے اسلامی رجحان والے افراد سامنے آگئے، جن میں غزہ پٹی سے جناب شیخ محمد ابو طیر، جناب شیخ اسعد بیوض التمیمی نیز ۱۹۴۸ء سے مقبوضہ علاقوں

سے جناب شیخ عبداللہ نمر درویش جیسے افراد قابل ذکر ہیں ۔ جنہوں نے اسرائیل کی نابودی کا تقاضا کیا لیکن ان میں کسی کو بھی شہید ڈاکٹر شقاقی رہ کی طرح عوام کی حمایت حاصل نہیں تھی اور نہ ہی ان کی طرح اپنے موقف پر ثابت قدم رہ سکیں۔ نمونے کے طور پر جناب شیخ نمر درویش نے تین سال کی گرفتاری کے بعد اپنے انقلابی افکار اور پروگراموں سے ہاتھ اٹھایا اور اس کے بجائے دینی تعلیم و تبلیغ اور دینی ثقافت کی ترویج میں مشغول ہوگئے۔

۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۰ء کے سالوں میں فلسطین کے اسلامی سنتی انجمنوں کے حامیوں کے ذہنوں میں یہ سوال عام پیدا ہوگیا تھا کہ مقبوضہ فلسطین اور غاصبوں کے ساتھ مقابلہ کرنے کی کیفیت نیز صہیونی حکومت کے ساتھ جنگ لڑنے کے بنسبت، ان کا موقف کیا ہے؟!۔ بعض اسلامی روایتی قائدوں نے ان سوالوں کے جواب یوں اظہار نظر کیا : موجودہ حالت میں ہم تعلیم حاصل کرنے اور آمادگی پیدا کرنے میں مشغول ہیں کیونکہ ابھی جہاد کی قیادت لائیک طاقتوں کے ہاتھوں میں ہے لہذا ان کے لئے ابھی مسلح جنگ کا امکان نہیں ہے۔ شہید شقاقی رہ اس کے متعلق فرماتے ہیں: تحریک جہاد اسلامی فلسطین کا تشکیل پانا ، گزشتہ فکری غیر ثابت قدمی اور پریشانی مرحلوں کے بنسبت ایک اصولی اور طبیعی رد عمل تھا، ان مرحلوں کے نتیجہ

میں امت مسلمہ کو بیس سال سے بھی کم وقفہ میں دو بڑی ہولناک مصیبتوں اور دو وحشتناک جنگوں کا سامنا کرنا پڑا ۔

## تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی تاسیس

تحریک جہاد اسلامی فلسطین کی بنیاد ۱۹۸۰ء میں رسمی طور پر شہید شقاقی رح کے ہاتھوں پڑی۔اس زمانے میں بعض عربی اور اسلامی ممالک میں بھی جہاد اسلامی کے نام پر متعدد تنظیمیں سرگرم تھیں، جن میں سے ہر کوئی ایک فکری آئیڈیالوجی کی بنیاد پر کام کر رہی تھی۔البتہ اس فکری ہم آہنگی کے باوجود بھی ایک منظم اور متفق انجمن کی صورت نہیں پائی جاتی تھی۔اصولی طور پر جہاد اسلامی کی انجمنیں عرب ممالک میں اپنے علاقہ کی حدود سے زیادہ وسیع تحریک نہیں ہیں بلکہ انمیں سے ہر ایک اپنے علاقہ اور ملک کے حدود میں عمل پیرا ہے۔

تحریک جہاد اسلامی فلسطین صادق، مخلص، جانباز، تعلیم یافتہ مسلمان اور انقلابی افراد کے ذریعہ جن میں شہید شقاقی رہ سر فہرست پائے جاتے ہیں، تشکیل پائی ۔ تحریک کی تاسیس کے وقت اس کے قیادتی اسٹاف کی عمر اوسطاً ۳۰ سے ۴۰ سال تک تھی ۔ اس کے ابتدائی بانی بہترین افراد اور مختلف شعبوں میں ماہر (Specialist) تھے۔ شہید شقاقی رہ کی حیات میں بعض قابل ذکر تحریکی افراد کے نام کچھ اسطرح ہیں: جناب

ڈاکٹر رمضان عبداللہ شلح، تحریک کے موجودہ ہائی سیکریڑی ،جناب ڈاکٹر عبدالعزیز عورہ جواس وقت غزہ پٹی کی الازھر یونیورسٹی میں استاد ہیں، جناب ابراہیم ابو معمر، جناب نافذ عزام وغیرہ۔ان افراد کے علاوہ تحریک کے ابتدائی بانیوں میں کچھ افراد بعض گزشتہ اسلامی روایتی تحریکوں ہیں بھی فعال ممبر رہ چکے تھے جبکہ بعض افرادان طالب علموں میں تھے جنہیں سیاسی سسر گرمیوں کی وجہ سے مصری یونیورسٹیوں سے نکالا گیا تھا۔

تحریک جہاداسلامی کی قیادت اس کوشش میں تھی کہ فلسطینی قومی رجحان والے اسیروں نیز اسلامی روایتی انجمنوں کے حامیوں میں سے نئے افراد اپنے ساتھ ملحق کرے۔ان سر گرمیوں کے درپے صہیونی پولیس نے تحریک کی قیادت کو مقبوضہ سرزمینوں سے نکالنا شروع کیا کیونکہ وہاں پروہ تحریکی قیادت کے آثار سمجھ چکے تھے۔ تحریک جہاد نے اپنے تاسیس کے ابتدائی سالوں میں اپنی موجودگی بنیادی طور پر غزہ پٹی ہیں مرکوز کی تھی۔البتہ آہستہ آہستہ یہ موجودگی دریاے اردن کے مغربی ساحلی علاقہ میں بالخصوص نابلس اور جنین جیسے شہروں ہیں پھیل گئی۔

•••

# تحریک جہاد اسلامی کی آئیڈیالوجی:

## تحریک جہاد اسلامی نے اپنی آئیڈیالوجی کہاں سے حاصل کی

تحریک جہاد اسلامی فلسطین نے اپنی آئیڈیالوجی اور سیاسی افکار حقیقی دینی میراث اور اسلامی ثقافت سے لی ہے۔اگرچہ تین عظیم اسلامی مفکرین جناب استاد حسن النبا(بانی انجمن اخوان المسلمین) ، جناب سید قطب (اخوان المسلمین کے انقلابی مفکر) اور جناب شیخ عزالدین قسام (۱۹۳۶ء میں قیام فلسطین کے قائد) تحریک جہاد اسلامی کے رہبروں اور پیروکاروں کے لئے فکری مرکز سمجھے جاتے ہیں لیکن انقلاب اسلامی اور امام خمینی رہ کی رہبری بھی تحریک کے فکری، سیاسی اور اعتقادی تفکر میں خاص اہمیت کی حامل ہے ۔یہ تحریک جناب حسن النبا جنہوں نے بیسوی صدی کے اوائل میں اسلامی تحریک کی بنیاد ڈالی ،کو ایک اسلامی قائد کے طور پر جانتی ہے۔

### نشان راہ

مصری مؤلف جناب حسن حنفی اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ جناب سید قطب کی کتاب نشان راہ کو اخوان المسلمین کے فکری تبدیلی کا بنیادی عامل شمار کیا جاتا ہے کیونکہ یہ کتاب دو متضاد افکار اور حقیقتوں یعنی اسلام

وجاہلیت ، ایمان وکفر، حق وباطل، خیر وشر ، حکومت خداوحکومت انسان اور خداوطاغوت پر مشتمل ہے۔ان دو میں سے کوئی بھی اسی وقت زندہ وباقی رہ سکتی ہے جب طرف مقابل نابود ہو جائے جبکہ کوئی تیسرا راستہ پایا نہیں جاتا۔ لہذااسلامی معاشروں میں اس وقت تک تبدیلی ممکن نہیں ہے جب تک ظالم حکمرانوں کے تسلط کو نابود نہ کیا جائے اور کافر حکمرانوں کا صفایا کر کے ان کی جگہ صادق اومؤمن قیادت نہ لائی جائے !۔

تحریک جہاد اسلامی جناب سید قطب کے بعد جناب شیخ عزالدین قسام کو اپنا نمونہ عمل قرار دیتی ہے۔انہیں انقلابی عالم مجاہد اور فلسطینی مسلح انقلاب کے سب سے پہلے بانی سمجھتے ہیں۔ مسئلہ فلسطین کو بہت زیادہ اہمیت دینے میں اپنے آپ کوان کی تعلیمات کا مرہون منت سمجھتے ہیں نیز نہایت ادب واحترام کے ساتھ مولانا شیخ عزالدین قسام کر کے ان کا نام لیتے ہیں۔

## فلسطین کی آزادی جہاد کے بغیر ممکن نہیں !

تحریک جہاد اسلامی پر انقلاب اسلامی کے اثرات کے حوالے سے یقین سے یہ کہاجاسکتا ہے کہ تحریک کے فکر وعمل میں انقلاب اسلامی نے نمونہ عمل اور آئیڈیل کا کردار بنھایاہے۔اس تحریک نیز حزب اللہ لبنان کے بانیان نے تأسیس کے ابتدائی دنوں سے امام خمینی ؒ کے افکار اور رہنمائی کواپنایا اوران کی باتوں پر عمل کیا۔ تحریک جہاد اسلامی کے بانیوں کی نظر میں امام خمینی

"نہ فقط انقلاب اسلامی کے رہبر، بانی اور عملدار ہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے قائداور پیشواہیں۔ انہوں نے اپنی قیادت ورہبری کو واضح طور پر ثابت کیاہے۔ اسی نظریہ کی بنیاد پر تحریک کے رہبروں نے یہ سعی وکوشش کی کہ انقلاب اسلامی کے تجربوں سے درس لیں اور تاحد امکان ان کو فلسطین میں عملی جامہ پہنائیں ۔ شہید شقاقی" کی نظر میں ایران میں انقلاب کی کامیابی سے قبل اسلام عالمی استکبار اور صہیونیزم سے مقابلہ کرنے میں پیچھے تھا لیکن انقلاب کی سرفرازی کے بعد یہ واضح ہوگیا کہ اسلام ہی صرف راہ حل ہوسکتا ہے نیز مسلح جہاد اور دفاع کے ذریعہ ہی مقبوضہ فلسطینی کو آزادی دلائی جاسکتی ہے۔

دراصل تحریک کے بنیادی فکری اصول بالخصوص فلسطین میں مسئلہ جہاد اور دفاع تین اہم چیزوں سے حاصل کئے گئے ہیں:

ا۔ ایران انقلاب اسلامی۔

۲۔ اخوان المسلمین کی فکری میراث بالخصوص جناب سید قطب۔

۳۔ مصر میں تحریک جہاد اسلامی کا تجربہ ۔ اس لئے کہ مصری تحریک کے رہبروں نے قاہرہ اور تل آدیو کے مابین ڈیویڈ کیمپ کے معائدہ پر مصری صدر انور سادات کو ایسی خیانت پر موت کی ابدی نیند سلادیا۔

شہید شقاقی رہ ہمیشہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ : انقلاب اسلامی نے مسئلہ فلسطین کو ایک اسلامی مسئلہ کے طور پر پیش کرنا ممکن بنایا نیز تحریک جہاد اسلامی نے بھی اسی نظریہ کو بہترین راہ حل کے طور پر پہچنوایا۔ تحریک کی نظر میں امام خمینی رہ نے متحرک اسلام کو اس طرح پہچنوایا کہ حق طلب، آزادی خواہ اور عدالت طلب مجاہدین بھی اس کے تقاضامند تھے۔ اسی عرصہ میں مصری تحریک جہاد اسلامی اس بات کی قائل تھی کہ قابض اور کافر نظاموں کے ساتھ جنگ لڑنا واجب عینی ہے جس کے بنسبت کسی طرح کی لاپرواہی برتنا جائز نہیں ہے۔ مصری جہاد کا یہ اعتقاد تھا کہ اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے تنہا وسیلہ خداوند عالم کی راہ میں جہاد کرنا ہے۔ لہذا تحریک فلسطین کے بانیان نے بھی ماضی میں مصر میں موجودگی کے دوران وہاں کی جہادی تحریکوں کے ساتھ قریبی تعلقات رکھنے کی وجہ سے ان کے تجربوں سے استفادہ کیا۔

## اسرائیل مغربی استعمار کا پروردہ ہے جو نابود ہو کر ہی رہے گا!

تحریک جہاد اسلامی فلسطین کے متفکرین کی نظر میں اسرائیل کا خطرہ فقط سرزمین فلسطین پر قبضہ جمانے، وہاں کی عوام کو رسوا کرنے نیز وہاں صہیونی ثقافت کو وسعت دینے تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ امت مسلمہ میں تفرقہ ڈالنے کے لئے مغربی اور عالمی استکبار کی ہمہ جانبہ سازش کا ایک حصہ ہے

۔ مغربی دنیا نے اسرائیل کواپنا ایک اڈہ بنایا ہے تاکہ وہاں سے مشرق وسطی میں مسلمانوں کو مغربی ثقافت (Western Culture) کی طرف موڑ سکیں ،ان کے قدرتی ذخائر ہڑپ لیں نیز ان کے ارادہ وعزم ہیں سستی پیدا کردیں۔ مغربی دنیا نے اسرائیل کو خود غرض عرب حکومتوں کے مقابلے میں ایک قدرتمند فوجی اڈہ کے طور پر وجود بخشا ہے تاکہ یہ عرب حکومتیں ہمیشہ اس کے سامنے سر جھکائے رہیں اوراس کے ساتھ ساز باز کرتی رہیں تاکہ اس طرح اسرائیل کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

تحریک جہاد اسلامی اس نظریہ کی تائید کرتی ہے کہ اسرائیل فنا ہونا چاہیے ۔ یہاں پر کہا جاسکتا ہے کہ اس تحریک کا موقف امام خمینی رہ کے افکار کے ساتھ مکمل طور سے مطابقت رکھتا ہے۔ امام خمینی رہ نے اپنے ایک بیان میں اسلامی حکومتوں اور امت مسلمہ کی ذمہ داریوں کو بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس (اسرائیلی) فاسد وجود اور سرطانی پھوڑے کی دنیا سے جڑیں اکھاڑ کر پھینک دیں ۔ شہید شقاقی رہ اس بات کے قائل تھے لنبان کے مسلم مجاہدوں نے اسی وقت جنوبی لبنان کے ایک بڑے حصہ سے صہیونی غاصبوں کو باہر نکال دیا جب انہوں نے اپنے اسلامی اور قومی فریضہ پر عمل کیا۔ بنیادی طور پر صہیونی حکومت جس نے تورات کا نعرہ بلند کیا ہے، کے ساتھ مقابلہ کرنا اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک ہم اسلام کے زندہ اصول وعقائد

کی پیروی نہ کریں۔ اس لئے کہ ان کی پیروی سے ہی ہم صہیونی دشمن کے ساتھ اس مقابلے کی تقدیر معین اور یقینی بنا سکتے ہیں۔ شہید شقاقی رہ اپنی کتاب خمینی تنہا اسلامی آئیڈیل اور راہ حل میں امام خمینی رہ کے فتویٰ کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ: غاصب صہیونی حکومت اکھاڑ پھینکنے کرنے کے لئے جدوجہد کرنا سارے مسلمانوں کا ایک دینی اور قومی فریضہ ہے۔

## آزادی چاہیئے تو شہادت دیجئے!

شہادت طلب آپریشن تحریک جہاد اسلامی کا ایک اہم اصول ہے۔ اسی طرح کی کاروائیاں دوست و دشمن کے فکر و عمل پر گہرا اثر رکھتی ہیں اسی لئے تحریک فداکار اور جانباز جوانوں کو ایک خاص اہمیت کی حامل ہے۔

فلسطینی نہتے عوام پر صہیونیزم کے ظلم و ستم کا قہر بڑھتے ہی اکثر فلسطینی مجاہد گروہوں کے درمیان فدائی حملوں کا رواج پیدا ہوا۔ مقبوضہ سرزمینوں میں صہیونیوں کے ظلم و ستم کو دیکھتے ہوئے بہت سے عرب علماء اسلام نے شہادت طلب آپریشن انجام دینے کی تجویز پیش کی۔ تحریک جہاد اسلامی کی ایک تحریر میں آیا ہے کہ: شہادت خداوند عالم کی نعمتوں میں سے ہے جو اللہ تعالی کی راہ میں مجاہدین پر نازل ہوتی ہے، جو انہیں قدرت وارادہ عطا کرتی ہے تاکہ اپنے حملہ کے ذریعہ سے دشمن کے فوجی اڈے یا صہیونی فوجی مراکز کو تباہ کردیں اور دشمن کی فوج اور ان کے وسائل کو بھاری نقصان سے دوچار کریں۔

شہادت طلب مجاہدین عظیم اسلامی جوش وولولہ کے ہمراہ تمام کمزوریوں اور حقارتوں کو عزت، خوشی اور سربلندی وکرامت سے بدل دیتے ہیں نیز امت کے بے روح جسم میں تازہ خون جاری کر کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں دوبارہ جہاد اور دفاع کی راہ ہموار کرتے ہیں۔

## عالم اسلام کے مشکلات کا راہ حل

تحریک جہاد اسلامی کے قائدین اس بات کے قائل ہیں کہ عالم اسلام کی موجودہ مشکلات مغربی فوجی، ثقافتی، اقتصادی اور سیاسی ہمہ گیر حملات کا نتیجہ ہیں۔ البتہ دوسری جانب مسلمانوں نے اپنے دستورالعمل میں منصوبوں کے علاوہ طویل المدت اور قلیل المدت اہداف (Long and Short Process) میعن کئے ہیں۔ طویل اور قلیل المدت اہداف دو طرح کے ہوتے ہیں:

پہلا ہدف: خداوند متعال کی خوشنودی حاصل کرنا اور

دوسرا ہدف: ساری دنیا میں اسلامی انقلابی اور اسلامی تحریک تشکیل دینا ہے۔

مسلمانوں کے طویل المدت اہداف بھی دو طرح کے ہیں:

پہلا ہدف: یہ کہ مغرب کے ہمہ گیر حملوں کا دفاع کرنا اور ان سے پیدا شدہ بحرانوں نپٹنا اور

دوسرا ہدف : اسلامی حکومت کی تشکیل اور اسلامی سیاسی حاکمیت ایجاد کرنا ہے۔ یہ سب اہداف ایک دوسرے سے مربوط ہیں جو خداوند متعال کی رضایت حاصل کرنے کیلئے ہیں۔

لہذا آخری اور حقیقی راہ حل فقط وفقط اسلام کے حقیقی اصولوں اور عقائد کا دامن تھامنا ہی ہے !!!۔

## تحریک جہاد اسلامی اور دوسری تحریکوں میں کیا فرق ہے

مسئلہ فلسطین اور اس سرزمین کی رہائی میں طریقہ کار کی بنسبت تحریک جہاد اسلامی کے موقف کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ فلسطین کی دوسری قومی جماعتوں یا اسلامی روایتی انجمنوں کے مقابلہ میں تحریک جہاد اسلامی کے وجود کا پس منظر، صاف، واضح، مکمل اور بہتر ہے۔ اس لئے کہ یہ تحریک اسلام کے کردار کو فقط مسجدوں تک ہی محدود نہیں سمجھتی بلکہ خود یہ تحریک مزاحمت اور ہدایت کے درمیان ناقابل جدا اور نزدیکی ارتباط ہونے کی بنیاد پر استوار ہوئی ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ کہ جہاد اسلامی کا عقیدہ دین اور قومی رجحان کے درمیان ایک روشن قریبی تعلق ہونے پر مشتمل ہے نیز یہ تحریک یہ امید رکھتی ہے کہ صہیونیزم کے ساتھ مقابلے اور اسرائیل کی نابودی کے بعد فلسطین میں اسلامی حکومت کا قیام عمل میں آئے! ۔ یہ آرزو تحریک کے ناقابل انکار اور اعتقادی اہداف کا ایک حصہ ہے۔ اس طرح

کے عقیدتی موقف ہمیشہ تحریک کی سیاسی اور جہادی کاروائیوں میں صاف دیکھے جاسکتے ہیں۔ غزہ پٹی کے الشجاعیہ علاقہ میں تحریک کے حامیوں کی طرف سے ایک دینی پروگرام انعقاد کیا گیا تھا۔ جہاں ایک اسرائیلی پرچم لگایا گیا تھا جس میں اللہ اکبر، مردہ باد اسرائیل اور اسرائیل کی نابودی یقینی ہے جیسے نعرے لکھے گئے تھے۔ اسی طرح فلسطینی پرچم بھی بلند کیا گیا تھا جس میں تحریک جہاد اسلامی کا خاص نشان موجود تھا جو اسرائیلی پرچم کے داؤود ستارے کے قلب میں تیر کی صورت میں بنایا گیا تھا !۔

# تیسری فصل

## فلسطین قرآن کریم، حدیث اور تاریخ کے آئینہ میں

# فلسطین قرآن کریم اور حدیث کے آئینہ میں

## عالم دین اسلام کے سایہ میں

شہید شقاقی رہ آیات قرآن کریم احادیث کریم نبوی (ص) ، اسلام کی تابناک تاریخ اور مسلمین کے دینی و ثقافتی میراث کا حوالہ دیتے ہوئے فلسطین اور بیت المقدس کے مقام و منزلت کو بہت ہی زیادہ پر اہمیت قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ: قرآن کریم کی آیات میں غور و فکر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سرزمین مقدس کی اہمیت پر کسقدر تاکید کی گئی ہے۔ بعثت پیمبر اکرم (ص) کے ابتدائی دنوں نیز مشرکین اور یہود کے ظلم و ستم کے ابتدائی سالوں میں پیمبر اکرم (ص) کی شان میں شہر طایف کے عوام گستاخی کرتے تھے اور آپ کو ستاتے اور مذاق اڑاتے تھے نیز کوئی بھی آپ کی دعوت قبول نہیں کرتا تھا۔ اس دوران آپ ایک کونے میں کھڑے ہوئے اور غمگیں حالت میں اپنے پروردگار عالم کی ثنا کرنے لگے: پروردگارا! میں تجھ سے اپنی ناتوانی کے بارے میں سوال کرتا ہوں۔ اے سب سے زیادہ مہربان ذات، تو ہی کمزوروں کے رب ہے، میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ۔ جس وقت غم واندوہ اور جسمی ناتوانی کے آثار آپ کے چہرۂ مبارک پر ظاہر ہوگئے تو خداوند عالم نے مناسب سمجھا کہ اپنے حبیب کی قدردانی کرے۔ اس طرح آپ کو ایشیاء سے

سرزمین فلسطین وبیت المقدس تک ایک معجزاتی سفر میں معراج عنایت کی تاکہ اس بے نظیر معراج کے ذریعہ سے مسجد الحرام اور مسجد الاقصیٰ کے مابین قریبی ارتباط نیز دین اسلام کی آفاقیت کو ظاہر کرے۔ مکہ مکرمہ سے شہر طائف کی جانب پیمبر اکرم (ص) کی ہجرت انسان کی ناتوانی کی علامت ظاہر کرتی ہے لیکن شب معراج میں بیت المقدس کی طرف آپ کی معراج نے یہ ثابت کیا کہ خداوند عالم نے صدر اسلام کے مسلمانوں کے لئے مبارک سرزمین فلسطین کے سمت قدم بڑھانے کے لئے میدان فراہم کیا ہے!۔ اسی وجہ سے ۱۴ صدیوں سے لے کر آج تک بیت المقدس اور مسجد الحرام کی مسلمین کے اذہان وافکار میں ایک خاص مقام ومنزلت پائی جاتی ہے اور آج اس کی آزادی کے لئے ان کے اندر جوش وجذبہ زیادہ نظر آتا ہے۔

شب معراج میں پیغمبر اکرم (ص) کے دین کا آفاقی ہونا ثابت ہو گیا۔ وہ پیغمبر (ص) جن کو شہر طائف کے بچے پتھر مار مار کر زخمی کرتے تھے۔ اس رات آسمانی ادیان کی وحدت سامنے آگئی۔ یہی وہ رات تھی کہ جب پیغمبر اکرم (ص) تمام پیامبروں کے نماز کی مقتدا بن کر آگے کھڑے ہو گئے۔ اسی مقدس رات نماز کے ستون دین اور وحدت مسلمین کے مظہر ہونے کا اعلان ہو گیا۔ سب سے زیادہ اہم یہ بات ہے اس مقدس رات میں خداوند عالم نے یہ ارادہ کیا کہ مسلمان بیت المقدس کے سمت نماز پڑھے لہذا یہ معمولی بات

نہیں ہے کہ اسلام نے بعثت کے پہلے سال سے ہی اور مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت کی تاسیس سے قبل ہی سر زمین فلسطین کو ایسی خاص اہمیت عنایت کی ہے!۔

## سرزمین فلسطین کی عظمت

سر زمین فلسطین کی عظمت اور تقدس اس کے مبارک و مقدس جاننے کہ بارے میں بہت ساری آیات نازل ہوئی ہیں یہاں پر چند آیات کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔

واورثنا القوم الذین کانوا یستضعفون مشارق الارض و مغاربھا التی بارکنا فیھا (اعراف/۷/۱۳۷)

اور ہم نے مستضعفین کو مشرق و مغرب زمین کا وراث بنا دیا اور اس میں برکت (مصر و شام) عطا کردی ۔

سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھو السمیع البصیر (اسراء/۱)

پاک و پاکیزہ ہے وہ پروردگار جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصی تک لے گیا۔ جس کے اطراف کو ہم۔نے بابرکت بنایا ہے تا کہ ہم اسے اپنی بعض نشانیاں دکھلائیں۔ بیشک وہ پروردگار سب کی سننے اور سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

شہید شقاقیؒ مذکورہ بحث کے بارے میں سورۂ مبارکہ اسراء کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں فرماتے ہیں کہ: بنی اسرائیل سورۂ مبارکہ اسراء کا دوسرا نام ہے۔ اس سورۂ مبارکہ میں صرف ایک مرتبہ ایک آیت کریمہ میں معراج پیغمبر اکرم (ص) کا ذکر ہوا ہے جبکہ بنی اسرائیل کے بارے میں تفصیلی تذکرہ ہوا ہے۔ سورہ مبارکہ کے ابتداء اور تین سے سات تک کی آیات کریمہ میں بنی اسرائیل کے تکبّر اور فساد کی بحث ہوئی ہے۔ اسی طرح آیہ کریمہ ۱۰۴/ میں بنی اسرائیل کو خطاب ہو رہا ہے "فاذا جاء وعد الآخرۃ جئنا بکم لفیفاً" پھر جب آخرت کے وعدہ کا وقت آجائے گا تو ہم تم سب کو سمیٹ کر لے آئیں گے۔

اسی طرح دوسری متعدد آیات میں فلسطین کا اور بیت المقدس کا ذکر ہوا ہے یہاں پر اختصاراً بعض آیات پر ہی اکتفاء کرتے ہیں۔

سرزمین فلسطین کے برکات اور کرامات کے متعلق احادیث شریفہ میں بھی بہت سی باتیں آئی ہیں بعض کی طرف شہید شقاقی رہ کرتے ہیں:

۱۔ مسند احمد حنبل ج۶، ص ۴۶۳؛ میں اس طرح بیان ہوا ہے "ایک دن میمونہ نے پیمبر اکرم (ص) سے بیت المقدس کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا: وہاں سرزمین محشر اور میدان قیامت ہے، وہاں پر نماز پڑھی جائے۔ بیت المقدس میں ایک نماز ہزار رکعت کے برابر ہے"۔

۲۔دوسری حدیث میں فرمایاہے کہ: تین مسجد کے سمت کاروان جاتے رہے گے مسجد حرام، میری مسجد اور مسجد الاقصی ۔

۳۔ مسند احمد بن حنبل ج۵، ص۲۶۹، میں رسول خدا (ص) سے نقل کیاگیاہے: ابھی میری امت کی ایک جماعت اپنے دین پر ثابت قدم ہے، دشمنوں پر غلبہ پیدا کرے گی،ان کو دشمنوں کی طرف سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا، فتنوں اور مصائب کے سامنے کمزور نہیں ہوگی یہاں تک کہ امر خداوندی جاری ہوجائے ۔ لوگوں نے پیامبر اکرم (ص) سے پوچھا یہ جماعت کہاں پر ہے ؟آپ نے فرمایا؛بیت المقدس اوراس کے اطراف میں۔

۴۔ پیغمبر اکرم (ص) سے مروی ہے کہ ستقاتلون الیھود انتم شرقی النھر وھم غربتہ تم یہودیوں سے جنگ کروگے اسطرح کہ تم مشرقی نہر میں اور وہ نہر کے مغرب میں ہوں گے ، کے ساتھ جنگ کروگے ۔ اس حدیث میں نہر کے بارے میں کہاگیا ہے ۔ یہ وہی اردن کا نہر ہے جس سے فلسطین اور اردن آپس میں جدا ہو جاتے ہیں۔

شہید شقاقی ؒ کی نظرمیں بیت المقدس کی مقام ومنزلت کے بارے میں اسلام کے ثقافتی اوررتاریخی لٹریچر میں ایسی بہت احادیث وروایات پائی جاتی ہیں جو قابل شمار نہیں ہیں۔ یہاں پر مزید امام علی (ع) سے مروی ایک اورروایت پر اکتفاء کرتے ہیں۔ حضرت امام علی (ع) نے صعصہ بن صوحان

سے فرمایا کہ : کتنی بہترین جگہ ہے بیت المقدس، اس میں نماز پڑھنے والے اللہ کی راہ میں مجاہدین کی طرح ہیں۔ایک دن آئے گا جب مسلمین اس سرزمین کی خاطر حسرت ہوگی اور کہیں گے اے کاش ہم لوگ بیت المقدس میں لگی اینٹوں کا گاسا ہی ہوتے ؟!۔

## مسلمان یہودیوں پر غالب وفاتح ہو جائیں گے

چودہ صدی قبل جب پیغمبر اکرم (ص) جزیرہ عرب میں مبعوث ہوئے تو مسلمانوں کو بنی اسرائیل کے فساد اور برتری طلبی کا سامنا کرنا پڑا لیکن مسلمانوں نے پے در پے وسیع سرزمینوں پر اسلام کا پرچم لہرایا اور بڑی کامیابیاں اپنے نام کیں۔انہوں نے جزیرہ عرب میں عظیم اسلامی حکومت اور تمدن کو پروان چڑھایا نیز اس کے کچھ مدت کے بعد ہی لشکر اسلام نے سرزمین فلسطین کے سارے شہروں بالخصوص بیت المقدس کو بغیر کسی مزاحمت کے آزاد کرایا اور پہلی دفعہ مسجد اقصی میں داخل ہوئے لیکن ۱۴ صدیاں گزرنے کے بعد دمشق بغداد، قاہرہ اور اسلامبول جیسے بڑے مرکزی شہر اسلامی حکومت کے مراکز ہونے کے باوجود بھی اسلام کا تابناک آفتاب دھیمے دھیمے بادلوں کی اوٹ میں چلا گیا۔اس لئے کہ اسلامی حکومتوں کے ارباب اختیار گناہوں کے مرتکب ہوگئے ، نعمات الٰہی کا کفران کیا، شریعت اوراحکام الٰہی سے دوری اختیار کی نیز اپنے خودساختہ احکام وقوانین کو نافذ

اوران کی پیروی کی ۔ آج مسلمانوں پر یہ واجب ہے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور شریعت اسلامی کا دامن دوبارہ تھام لیں اور اپنی انفرادی واجتماعی زندگی میں اسے جاری کر کے کامیابی اور سرفرازی سے ہمکنار ہو جائیں۔

جن حالات میں اسلامی روایتی تحریک میدان عمل سے خارج ہوئی تھی، فلسطین کی نظریہ قومیت پر مبنی قوم پرست اور لائیک انجمنیں اسرائیل مخالف مبارزہ کی قیادت کررہی تھیں۔ عرب ممالک کے رؤساء فلسطین کے بنسبت یا غیر جانبدار تھے یا صہیونیزم اور امریکہ کے ماتحت تھے۔ شہید شقاقی رہ نے یہاں پہ واضح اور سادہ الفاظ میں بیان کیا کہ: نصرت خداوندی اور فتح الٰہی اسی وقت حاصل ہو سکتی ہے جب ہم خداوند عالم کی مدد کر چکے ہوں گے اور انسان کے خودساختہ کمزور اور ناکارہ قوانین کی پیروی چھوڑدی ہو گی ، اس وقت خداوند متعال ہمیں نصرت عنایت کرے گا، یقینی فتح ہمارے نصیب میں ہو گی اور شکست اور ذلت غاصب یہودیوں کے دامن کولاحق ہو گی، اس طرح کہ جیسے ہم پہلی دفعہ فاتحانہ بیت المقدس میں داخل ہو جائیں گے اور مسجد اقصی میں نماز پڑھیں گے۔

وہ آیات کریمہ جن میں مسلمانوں اور بنی اسرائیل کے پیکار کے بارے میں بحث ہوئی ہے اگران میں موجود افعال میں غور وخوص کیا جائے تو یہ نتیجہ

سامنے آتا ہے کہ پہلا وعدہ الٰہی کا عملی ہونا یہودیوں پر مسلمین کے غلبہ پانے پر منحصر ہے، جو کہ فعل ماضی کے کلمہ میں بیان ہوا ہے بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید فجاسوا خلال الدیار (اسراء/۵)

"(ہم نے اس کے بعد جب پہلے وعدہ کا وقت آگیا) تو ہم نے تمہارے اوپر اپنے ان بندوں کو مسلط کر دیا جو بہت قسم کے جنگجو تھے اور انہوں نے تمہارے دیار میں چن چن کر تمہیں مارا"۔ چنانچہ دوسرے مرحلہ میں مسلمین کی فتح عملی ہونے کے بارے میں فعل حال کے ذریعہ بیان کیا ہے "فاذا جاء وعد الآخرہ لیسوؤاوجوھکم ولیدخلواالمسجد کما دخلواول مرۃ ..." (اسراء/٦)

"اس کے بعد جب (دوسرے ظلم کے انتقام کے وقت) دوسرے وعدہ کا وقت آگیا تو ہم نے دوسری قوم کو مسلط کر دیا تاکہ تمہارے شکلیں بگاڑ دیں اور مسجد (مسجد اقصیٰ) میں اس طرح داخل ہوں جس طرح پہلے داخل ہوئے تھے اور جس چیز پر بھی قابو پالیں اسے باقاعدہ تباہ و برباد کر دیں" قرآن کریم کا یہ باریک اشارہ دوسرے مرحلہ میں بنی اسرائیل کے اوپر خداوند عالم کے نیک اور صالح بندوں کی کامیابی حاصل ہونے کی طرف ہے اس بات پر دوسرے دلائل اور علامتوں کے ذریعہ مزید بحث کی جاسکتی ہے۔

جو افراد یہ گمان کرتے ہیں کہ صدر اسلام میں جزیرہ عرب کے یہودی ایسی اقتصادی اور اجتماعی قدرت کے حامل نہیں تھے کہ فساد پھیلانے اور تکبر کرنے میں پہل کرتے، میں ان کی توجہ سورہ مبارکہ حشر کی ابتدائی آیات کریمہ کی طرف مبذول کرتا ہوں هوالذی اخرج الذین کفروا من اهل الکتاب من دیارهم لاول الحشر ما ظننتم ان یخرجوا و ظنوا انهم ما نعتهم حصونهم من الله فاتهم الله من حیث لم یحتسبوا و قذف فی قلوبهم الرعب یخرجون بیوتهم بایدیهم و ایدی المومنون فاعتبدوا یا اولی الابصار

وہی وہ ہے جس نے اہل کتاب کے کافروں کو پہلے ہی حشر میں ان کے وطن سے نکال باہر کیا۔ تم تو اس کا تصور بھی نہیں کر رہے تھے کہ یہ نکل سکیں گے اور ان کا بھی یہی خیال تھا کہ ان کے قلعہ انہیں خدا سے بچالیں گے لیکن خدا ایسے رخ سے پیش آیا جس کا انہیں وہم و گمان بھی نہیں تھا اور ان کے دلوں میں رعب پیدا کر دیا کہ وہ اپنے گھروں کو خود اپنے ہاتھوں سے اور صاحبان ایمان کے ہاتھوں سے اجاڑنے لگے تو صاحبان نظر عبرت حاصل کرو۔

ہاں پیامبر اکرم (ص) اور مسلمانوں نے یہ گمان کیا تھا کہ قبیلہ بنی النضیر کے یہودی اتنے زیادہ طاقتور ہیں کہ ان کو مدینہ سے باہر نکالا نہیں جاسکتا ہے۔ خود یہودی بھی اتنا غرور اور یقین رکھتے تھے کہ وہ گمان کرتے تھے ان کے قلعہ مسلمانوں کے حملوں سے محفوظ ہیں اور کوئی بھی ان کو وہاں سے

باہر نکالنے کی قدرت نہیں رکھتا ہے لیکن خداوند عالم نے ان کے دلوں میں رعب اور وحشت ڈال کر مسلمانوں کے لئے ان کو شکست دینے کی راہ ہموار کردی۔

احادیث نبوی(ص) میں سیاہ پرچموں کا ذکر ہوا ہے ۔ آپ(ص) فرماتے ہیں: خراسان سے ایسے لشکر ظاہر ہو جائیں گے کہ ہاتھوں میں سیاہ پرچم لیئے ہوں گے۔ کوئی بھی رکاوٹ ان کی راہ میں روک نہیں ڈال سکتی یہاں تک کہ سرزمین ایلیا میں پڑاؤ ڈالیں گے۔ مفسرین نے ایلیا نام کو بیت المقدس کے معنی میں لیا ہے۔

شہید شقاقی رہ اس بارے میں تاکید کرتے ہیں کہ: بیت المقدس کی آزادی سارے عالم میں اسلام کے ظہوراور توسیع نیز تمام آسمانی ادیان پر دامنگیر ہونے کا سرآغاز ہو گی۔ لیظھرہ علی الدین کلہ (الفتح/۲۸)

"...تاکہ اسے تمام ادیان عالم پر غالب بنائے..." حضرت پیامبر اکرم (ص) کی پیش بینی کی تاکید کے لئے ایک اور حدیث بیان کرتے ہیں جو صحیح مسلم، مسند احمد بن حنبل، سنن ابی داوداور ابن ماجہ میں نقل ہوئی ہے ۔ پیامبر اکرم (ص) نے معراج کی واپسی پر فرمایا: ان اللہ زوی لی الارض فرأیت مشارق الارض ومغاربھاوان التی سیبلغ ملکھامازوی لی منھا۔

خداوند عالم میرے خاطر زمین کو چھوٹا بنایا۔ یہاں تک کہ میں نے شرق وغرب کو نزدیک سے مشاہدہ کیا جو کچھ بھی میں نے دیکھا ہے مستقبل میں زمین کے مشرق و مغرب میں وہ میری امت کے دائرہ اختیار میں ہو گا۔

## پیامبر اکرم (ص) کو شہید کرنے کی سازش!

جزیرہ عرب میں بنی اسرائیل کی تاریخ سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یہودیوں نے مدینہ منورہ یثرب اور اس کے اطراف کے گاؤں میں اپنی اقتصادی، سیاسی، مذہبی اور فوجی عظیم قدرت بنائی ہوئی تھی جو ان دنوں وہاں کی اہم اور بڑی قدرتوں میں شمار کی جاتی تھی۔ یہودی دو سو سال، اوس اور خزرج دو عرب قبیلوں کے درمیان لڑائی کی آگ بھڑکاتے رہے اور خود عربوں کی قربانی سے رشد و نمو کرتے تھے۔ علاقہ کے اقتصادی مارکیٹوں پر اپنا کنڑول جمایا تھا جبکہ عربوں کو اپنے تجارتی اشیاء کے مصرف کرنے والے نیز اپنے پیسوں پر کام کرنے والے (Salesman) بنا چکے تھے۔ سونے چاندی کے بازار نیز انگور اور خرما کے درختوں کی زرعی زمین اپنے ہاتھ میں لے چکے تھے۔ وہ لوگ اعراب کے سامنے فخر اور غرور کا اظہار کرتے تھے کہ ہم اھل کتاب ہیں اور علمی اور ثقافتی دنیا میں ان سے ترقی کر چکے ہیں۔ ان سارے وسائل اور دوسرے مادی اسباب کی بنا پر یھودیوں نے مغرور کردار اپنایا تھا نیز جزیرہ عرب میں فتنہ وفساد کے تلاش میں مشغول ہو گئے تھے۔ اسکے باوجود کہ حضرت محمد

(ص) کے دین ورسالت پر یقین رکھتے تھے لیکن پھر بھی انکے پیغام کو جھٹلایا اور ان کی ولادت کے بعد انکو مارنے کی بھی کوشش کی۔ بعثت پیامبر اکرم (ص) کے بعد اسلام اور مسلمانوں کے خلاف قبیلہ بنی النضیر یہودی ہی قریش کے جنگ میں انکے سب سے پہلے حامی اور مددگار تھے حتی یہ بھی ممکن ہے پیامبر اکرم (ص) کے دوستوں کے مارنے میں بھی انکا ہاتھ ہو !۔

# فلسطین تاریخ کے آئینہ میں

## دین اسلام کا درخت پروان چڑھا لیکن ؟!

صدر اسلام میں مسلمانوں کی تحریک شبہ جزیرہ عربستان میں حجاز سے شرع ہوئی اور اس نے سر فرازی کے عظیم اور بلند چوٹیوں کو طے کرتے ہوئے نیز انسانی تمدنوں کے اوج کی طرف حرکت کی۔ مسلمانوں نے مختصر میں ایک طاقتور حکومت تشکیل دی جس کا دائرہ اختیار نا معین تھا۔ صدر اسلام میں مسلمانوں نے جو تمدن ایجاد کیا وہ تاریخ میں بے نظیر تھا نیز اس وقت کے معروف تمدنوں اور ثقافتوں پر اچھا خاصہ مؤثر ثابت ہوا ہے۔ یہ عظیم تمدن تیرہ صدیوں سے چلا آرہا تھا اور اس کی مرکزیت اگرچہ صدی میں ایک دفعہ ایک راجدھانی سے دوسری راجدھانی منتقل ہوجاتی تھی۔ مدینہ، دمشق، بغداد، قاہرہ، اصفہان اور استامبول جیسے شہر اپنے عصر میں بے مثال علمی، سیاسی اور ثقافتی مراکز سمجھے جاتے تھے۔ قرآنی مفاہیم، معانی اور احکام کے ذریعہ جو وحی کے ذریعہ حضرت محمد مصطفیٰ (ص) پر مکہ مکرمہ کے غار حرا میں نازل ہوتے تھے، آپ تک توحیدی پہنچایا گیا۔ زیادہ دیر نہیں لگی کہ دسیوں لاکھوں لوگ اس پیغام خداوندی کے ارد گرد جمع ہوگئے اور اس سے جوش و قدرت حاصل کیا نیز اس کی بنیاد پر طولانی صدیوں کے دوران بڑی

اور چشم گیر کامیابیاں حاصل کیں اور عظیم فوائد ونتائج حاصل کیئے ۔ ابھی چند سال بھی پیغمبر اکرم (ص) کی رحلت کو نہیں ہوئے تھے اتنے میں خطرناک بحران، ویران کن فتنہ وفساد نے مسلمانوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا جو سب سے قدرتمند حکومتوں یا عظیم مملکت کو بکھیرنے کے لئے کافی تھا لیکن صادق اور متحرک اسلامی قانون میں موجود قدرت اور نظام کے بدولت اسلامی تمدن کو عمر طولانی کے علاوہ قدرت وحیات بھی حاصل ہوئی اور مسلمانوں نے بڑے اور خطرناک فتنوں پر قابو پاتے ہوئے سخت سے سخت امتحانوں میں سرفرازی اور کامیابی حاصل کی۔

شہید انقلاب فلسطین ڈاکٹر شقاقی " مسئلہ فلسطین کے تاریخی تناظر میں مزید اس بات کے قائل ہیں کہ عالم اسلام کی موجودہ صورتحال صدر اسلام کے حالات کی طرف ہے لیکن یہ صورت حال جلدی تمام ہونے والی ہے اور زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ہی سب مسلمانوں کے نفع میں اختتام پذیر ہوگی، آپ فرماتے ہیں: اس کے باوجود کہ مسلمانوں کی ذہنیت پر داخلی فتنہ انگیزی، کشمکشوں نے منفی اثر ڈالا اور آہستہ آہستہ ان کے راستہ میں تنزل اور سستی کے باعث بن گئے نیز بعض اوقات انہیں خارجی خطروں کے منہ میں ڈالا، لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسلمین نے فتنوں کے سامنے اپنی

کمر خم کیا، اپنے عقائد میں کمزوری کا شکار ہو گئے اور معنوی محرکات اور اسلام وقرآن کریم سے اپنی دلی رابطہ سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

شہید شقاقی رہ مزید تاکید کرتے ہیں: فلسطین اور مشرق وسطی کے بعض اسلامی ممالک کو صلیبوں کے حملہ کا اہم اور بڑا خطرہ تھا جس کا مسلمانوں نے تقریباً گزشتہ آٹھ صدیاں کا سامنا کیا، لیکن الہی محرکات اور قرآن کریم کی پیروی ہر گز ہاتھ سے نہیں چھوڑی۔ اسلامی نظام کی حرکت وقدرت محفوظ رکھی۔ انہوں نے صلیبیوں کے مسلسل حملوں کے جواب دینے کی اپنی قدرت کو ثابت کیا، اسی طرح تاریخ میں لکھا گیا کہ انہوں نے ان کو کچل اور بکھیر دیا۔ ابھی چند دہائی بھی بیت المقدس کی آزادی کو نہیں ہوئے تھے اتنے میں مسلمانوں کے معنوی محرکات اور مقابلہ کرنے کا حوصلہ تنزل کا شکار ہو گیا جس کے نتیجہ میں اسلامی حکومت کا زوال اور سقوط شروع ہو گیا اور اسلامی قلمرو میں شکاف پیدا ہو گیا۔

## اسلامی سرزمینوں پر استعمار کے کالے بادل!

اٹھارویں صدی عیسوی کے اواخر میں مسلمانوں کی سرزمینوں پر مغربی سپاہیوں کے حملہ کے ساتھ ہی اس دفعہ مسلمین اور مغربی عیسائیوں کے مقابلے میں شدت پیدا ہو گئی جس کا دامن وسیع ہوتا گیا اور ایک غیر مساوی جنگ شروع ہو گئی۔ کیونکہ مغرب صنعتی انقلاب میں پیشرفت اور مادی ثقافتی

تحریک کی تشکیل اور مختلف شعبوں میں اہم علمی نتائج کے حصول کے بعد کافی حد تک ایک جوان، طاقتور اور تازہ دم قدرت میں تبدیل ہو گیا تھا۔ مسلمانوں کے محاذ جنگ پر دینی ثقافت کا رنگ کم ہوتا گیا اور کمزور اسلامی معاشرہ میں ہر طرح کی بیماری لگ جانے کا ماحول فراہم ہو گیا۔ اٹھارویں صدی کے آخری سالوں میں اسلامی ملک مصر پر فرانسی لشکر کا حملہ شروع ہو گیا۔ اس حملہ کی وسعت اور شدت کا صلیبی جنگوں کوئی مقابلہ نہیں تھا البتہ چند سالوں کے بعد ان کو مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن مصر کے تھکے ہوئے اور فرسودہ جسم نیز امت کے ضعیف روح اور ڈھانچے پر اس حملہ کے اثرات بہت ہی زیادہ خطرناک اور ہولناک ثابت ہوئے۔ جو دو صدیاں گزرنے کے بعد بھی ابھی تک وہاں موجود ہیں۔ دراصل یہ قبول نہیں کیا جاسکتا ہے کہ ناپلئون بناپارٹ کی رہبری میں اس حملہ کا ہدف فقط مختصر مدت کے لئے فوجی چڑھائی کرنا تھا بلکہ بیشک طویل المدت ثقافتی، سیاستی، اجتماعی اور اقتصادی اہداف بھی اس کے ہمراہ تھے۔ اس لئے کہ اس فرانسی حملہ میں گزشتہ تمام صلیبیوں کی کینہ توزیاں اور حقارتیں بھی شامل تھیں۔

فرانسیوں نے آسانی سے امت مسلمہ کے کمزور نظام کے مختلف حصوں میں اپنا نفوذ و اثر ڈالا اور مغربی رجحان کو بہت سارے ترقی پسند اور تعلیم یافتہ افراد کے تفکر میں پروان چڑھایا۔ مصر کے ایک مانے جانے مذہبی عالم شیخ

رفاعۃ الطھطاوی کی داستان اسکی جیتی جاگتی مثال ہے۔ انہیں اس وقت کے مصری حاکم محمد علی پاشا کے ذریعہ امام جماعت اور ایک تعلیمی گروہ کے دینی مبلغ کے عنوان سے پیرس (فرانس) بھیجا گیا۔ انہوں نے مصر واپسی کے بعد فرانس کی ثقافتی اور اجتماعی تبدیلیوں کے بنسبت اپنی رغبت اور اس کے عقیدت مصری فکری اور ثقافتی محافل میں آشکار کرنا شروع کر دیا! ۔

شہید شقاقی رہ مزید فرماتے ہیں: بیسویں صدی کے آغاز میں ترکی کی ترقی پسند انجمنیں ترکی جوان اور اتحاد و ترقی جیسے مغرب زدہ سلسلوں کی حقیقت واضح طور پر آشکار ہو جاتی ہے۔ حکومت عثمانی کے اندر جمعیت اعراب جوان اور جمعیت عہد جیسی مخفی عربی انجمنوں کے ترقی پسند اعراب نے مغرب کی نوکری کی جبکہ ایران میں ناصرالدین شاہ کے دربار سے وابستہ جماعت اور حکومت قاجاریہ نے بھی اپنے آخری دنوں میں مغرب کی غلامی میں اپنی کارکردگی کم نہ دکھائی۔

انیسویں صدی میں مغرب نے اپنے تمام وسائل کے بدولت اور صلیبی جنگوں کے سارے کینوں اور حقارتوں کے ہمراہ اسلامی سرزمینوں میں پیشروی کی لیکن اسے اقتصادی اور سیاسی بوجھ اپنے کندھوں پر بھاری لگتا تھا۔ وہ قدرتی ذخائر، تیل کے معادن، خام مواد اور اپنے تولیدی محصولات کے فروخت کی خاطر مصرفی بازاروں کی تلاش و جستجو کرتا تھا لھذا انیسویں صدی

میں اسلامی ممالک پر مغربی ہمہ جانبہ حملہ اپنی اوج تک پہونچ گیا۔ اگرچہ اس حملہ کو مسلمانوں کی شدید اور بے نظیر مقاومت کا سامنا کرنا پڑا لیکن مغربی دنیا تدریجاً امت اسلامی کے متجدد فرزندوں کے درمیان مغربی رجحان کے سلسلوں کے مدافع کے طور پر، ثقافتی مراکز کے تشکیل اور توسیع کے ذریعہ اس رکاوٹ کو بھی راستے سے ہٹانے میں کامیاب ہوگئی۔ مغربی حکومت کے سفارتخانوں اور قونسل خانوں کے توسط سے اسلامی ممالک میں تبشیری مدارس کی تاسیس میں وسعت پیدا ہوگئی۔ علوم تجربی کے بجائے مغربی ادبی، فلسفی، ہنری آثار کے ترجمہ اور نشر کے ذریعہ مغربی استعمار کی موجودگی کو صحیح ٹھہرانے اور تسلیم کرانے کے لئے، ثقافتی جوش وجذبہ متحرک ہوگیا۔ مسلم طلاب کو مغربی یونیورسٹیوں میں بھیجنے کے لئے تعلیمی بجٹ میں اضافہ ہوگیا۔ اسلامی مقاومت کی بنیادوں کو ویران کرنے کی غرض سے خاص منصوبے اجرا کئے گئے لیکن امت اسلامی کی ثابت قدمی کی وجہ سے یہ سازشیں کسی حد تک ناکام ہوگئیں۔ اسکے بعد آخر کار مغرب نے دہشت گردی اور خشونت کے ذریعہ ان پر حملہ کرنا شروع کیا۔

## اسرائیلی شجرۂ خبیثہ کس نے اور کیونکر لگایا !؟

شہید شقاقی رہ ۱۹۸۲ء میں لبنان سے فلسطینی مقاومت باہر نکالنے اور اس ملک پر قبضہ کرنے کی خاطر اسرائیلی حملہ میں صہیونزم کے ساتھ مغربی

ممالک کی ہمدستی اور حمایت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس پر زور دیتے ہیں کہ : مغرب آج اکیلا نہیں ہے۔ اس نے غاصب صہیونی حکومت کے ساتھ ایک اسٹراٹیجک اتحاد منعقد کیا ہے۔ اسرائیل انیسویں صدی کے آغاز ہی سے صہیونیوں کی خود ساختہ سازش کی پیداوار ہے۔ صہیونیوں نے سرزمین فلسطین کو ہڑپنے کی خاطر اسے خدا کی مقدس سرزمین (اسرائیل) اور خدا کی منتخب اور ممتاز خلقت ( یہود ) کے لئے ملک کا نام دیا۔ مغربی استکباری قدرتوں اور انٹرنیشنل صہیونزم سے لے کر اسلامی ممالک میں مغربی رجحان کے سلسلوں تک ، یہ سب مسلمانوں کے دشمن اسی نامقدس منصوبہ کو عملی شکل دینے کے لئے متحد ہوگئے ہیں ۔اس شرم آور اتحاد کے ہی نتیجہ میں حکومت عثمانی سقوط کر گئی جبکہ مشرق وسطیٰ میں اسرائیل کو وجود میں لایا گیا اور تین اہم مرکزی چیزوں ، قدرت کے متعادل ڈھانچے، علاقہ کے سیاسی ، فکری اور ثقافتی نقشہ کو بکھیر دیا۔ خطہ میں اس سازش کے عملی ہونے کے ساتھ ہی ترکی میں کمال مصطفی آتاتورک، ایران میں رضاخان، اردن اور عراق میں شریف حسین کا بیٹا اور مصر میں لیبرل پارٹی سامنے آگئے اور مذکورہ ممالک کے زمامدار بن بیٹھے۔

مسلمانوں نے بیسویں صدی کے ابتدائی ۲۵ سالوں میں سختی کے دن گزارے۔ اس مدت میں استعماری منصوبے منظم صورت میں تشکیل دئے

گئے۔ استعماری قدرتوں کے پروگرام اور مغربی ہمہ جانبہ حملہ کا سب سے پہلا ہدف سرزمین فلسطین میں یہودیوں کو بسانا تھا۔ جن افراد نے مغرب کی بہتر خدمت کے لئے اسلامی حکومت (حکومت عثمانی) کو گرادیا، وہ وہی ممتاز افراد تھے جو فرانس اور برطانیہ کے استعماروں کے مابین سایکس بیکو معاہدہ اور ان کے درمیان اسلامی اور عربی ممالک کی تقسیم کاری کی بنیاد پر، اسلامی ممالک میں مسند قدرت پر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد ان کے ہی کاندھوں پر رکھکر اسرائیل دوسروں سے مقابلے کی خاطر وجود میں لایا گیا۔ یہ غربزدہ ممتاز شخصیات وہی لوگ ہیں کہ اسرائیل ان کے سایہ میں ہی اس تلاش میں لگا ہے کہ امت مسلمہ کو نیست ونابود کرے۔ فسلطین میں اسرائیل کے نام سے حکومت تشکیل دینے کی سازش، مغربی حملہ کی سب سے اہم علامت اور سب سے بڑی سرحدی پولیس نیز خطہ میں ان کی مدد سے مغربی موجودگی کے دوام کے لئے سب سے بڑا نمونہ کے طور پر، عمل میں آئی۔

شہید شقاقی رہ اس تاریخی سازش کے بارے میں مزید یوں فرماتے ہیں:
فلسطین میں اسرائیل کو وجود میں لانے کا ایک مقصد یہ ہے مغربی استعمار کی منصوبہ بندی کرنے والے اور انہیں عملی کرنے والے اچھی طرح جانتے تھے کہ غربزدہ افراد اتنی طاقت نہیں رکھتے ہیں امت مسلمہ کے ایک ہزار چودہ سوسالہ عقائد، بیدار ضمیروں اور انکی کامیابیوں کے خلاف کوئی اقدام انجام

دے سکیں ۔ لہذا اس طرح استکباری قدرتوں نے اس سرطانی پھوڑے اور دشمنی کے پودے کو اسلامی سرزمین کے دل میں گاڑھ دیا تاکہ اس کے اپنے بڑھتے رہے تسلط کو مستحکم کر سکیں اور ان کے ماتحت امت اسلامی کی وابستگی میں دوام پیدا کر سکیں۔ بیسویں صدی کے اوائل میں مسلمانوں کی ایک جماعت نے اچانک یہ پرکھ لیا ان کے لئے فلسطین میں جال پھیلایا گیا ہے ۔ لیکن جب اس سازش کی گہرائی اور اس المیہ کے جزئیات ان کے سامنے آگئے تو استعمار گروں نے اپنی حکومتوں اور چالوں کو بدل دیا۔ امت اسلامی کے شعار اور آرزوئیں ہڑپ لییٔے ۔اس طرح شام میں فوج ، عراق میں حزب بعث، مصر میں جمال عبدالناصر، ترکی میں جمال گورسال، اندونزی میں احمد سوکارنو اور پاکستان میں ایوب خان، کی حکومتوں سے ایک جدید نسل تشکیل دیدی۔ یہ افراد استعماری قدرتوں کے بعض مہرے تھے جو مسلسل اپنی کم مائگی اور غربزدگی کی راہ وروش کے ساتھ آگے بڑھتے رہے ۔ استعمار کو ان افراد کی تبدیلی میں یہ ہدف درکار تھا کہ میدان عمل سے مکمل طور پر اسلام کو خارج کیا جائے ، مغربی استعماری سازشوں کو اجرا کیا جائے اور خود اسلامی ممالک کے افراد کے ذریعہ پہلے سے معین کردہ اہداف کو عملی صورت دی جائے۔

جون ۱۹۶۷ء میں اسرائیل اور غرب کی جنگ میں عربوں کی شکست کا سانحہ ، بیت المقدس اور بہت ساری فلسطینی تاریخی اور جغرافیائی اقدار کی

برتری کو ہاتھ سے دینا، یہ سب انہیں مہروں اور نوکروں کی وجہ سے عملی ہو گیا ۔آج بھی ویسے ہی مغربی اثر نیز بہت سارے عرب جوانوں کے مغزوں میں اس کے راسخ ہونے کی وجہ سے بہت سارے لوگوں کے عقائد حتمی خطرے میں ہیں۔ یہ اس بات کا بھی باعث بنا کہ دینی، تاریخی، اسلامی، فکری، اعتقادی اور علمی رجحانات بیہودہ جدل و بحث میں تبدیل ہو جائیں۔ مختصرا یہ کہ استعماری منصوبے اور سازشیں گزشتہ دو سو سالوں میں بغیر کسی وقفہ کے سارے اسلامی ممالک میں عمل میں لائی گئیں ۔ اسی کوشش کے ذریعہ اسلام کے ساتھ امت کا ثقافتی اور تاریخی ارتباط منقطع کر دیا گیا۔ استعمار نے خطہ میں ۲۵۰ سالوں کی موجودگی کے دوران اسرائیل کو اپنا سب سے اہم، خطرناک اور متحرک اڈہ بنایا نیز اسلام کے ساتھ امت کا ثقافتی اور تاریخی گہرا رشتہ منقطع کرنے کا ذریعہ بنایا ۔

شہید شقاقی رہ اس ضمن میں مزید یوں فرماتے ہیں: تاریخی تحلیلی بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اسرائیل کے وجود میں لانے کی منصوبہ بندی اسلامی ممالک پر مغربی حملہ کی سب سے اہم اور بنیادی ہدف کی کڑی ہے۔ عصر حاضر میں عالم اسلام کے لئے مغربی سازشیں سب سے اہم اور بڑے چیلنج اور مشکلات شمار کی جاتی ہیں۔ یہ خود بخود اس بات کی دوسری تاکید ہے کہ فلسطین کی آزادی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ ان سازشوں کے دوام سے موجودہ اسلامی تحریک

کواپنے اہداف کو عملی صورت دینے کے لئے بالخصوص مغربی حملوں سے دفاع کے لئے راستہ دشوار بن رہا ہے۔ کیونکہ مغربی استعمار اسلامی ممالک کو تقسیم وتجزیہ نیز اسلامی معاشروں میں سے کچھ ممتاز افراد کی وابستگی اور مغربی پیروی کے استحکام کے لئے آج بھی وہ تلاش وکوشش کررہاہے۔ بے شک مغربی ہجوم کے قلب ومرکز اسرائیلکے ساتھ نیز فلسطین میں اسرائیلی تسلط کے دوام بخشنے والے وسائل اور اسباب سے مقابلہ کیئے بغیر کسی بھی صورت میں موجودہ اسلامی تحریک کے اہداف کو عملی جامہ پہنایا نہیں جاسکتاہے۔ شہید شقاقی رہ مزید نقل کرتے ہیں: عالم اسلام میں استعمار کی بڑی منصوبہ بندی کاایک حصہ اسرائیل ہے۔اسرائیل مغرب کے ہاتھوں میں ایک سیاسی حربہ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ صہیونی تحریک نہ صرف علاقہ میں مغربی سازشیں اجراکرنے کے لئے ہر لحاظ سے ایک وسیلہ رہاہے بلکہ عالم اسلام پر مغربی ہجوم کا حقیقی عنصر اتحاد بھی رہاہے۔ اس لئے کہ مغرب اور صہیونزم کے درمیان بہت سارے مشترکہ اہداف پائے جاتے ہیں۔ان دونوں کی ہمکاری سے ہی عالم اسلام کے قلب میں اسرائیل مغربی اڈے کے طور پر وجود میں آیاہے۔ گزشتہ ساٹھ سالہ حوادث سے یہ ظاہر ہواہے اسرائیل مغرب اور صہیونی تحریک کے مابین نامقدس اتحاد کاماحصل ہونے کے علاوہ عالم اسلام کے ساتھ مغربی اور

صہیونی مقابلہ کے لئے سرحد بھی ہے لہٰذا مغرب کا ایک حقیقی شریک ہے اگر چہ چھوٹا ہی سہی۔

اسرائیل کو وجود میں لانے سے یہ بات بھی سامنے آجاتی ہے کہ یقیناً اس کو اہم کاموں کے لئے مامور کیا گیا ہے تاکہ مغربی یلغار کے اہداف کو طولانی مدت میں عملی شکل دیدے۔ جیسے مسلمانوں کی زندگی سے اسلام کو خارج کرنا، تمام سطحوں پر اسلام کی نابودی کے لئے جدوجہد کرنا، سارے حاکم لیبرل نظاموں کی حمایت کرنا تاکہ خطہ میں مغربی منافع کے حصول کیلئے ہر طرح کے دفاع کو مد نظر رکھ کر اسلامی ممالک میں آلہ کاروں کی حفاظت کی جاسکے!۔

## اسرائیلی سانپ کہاں کہاں سے ڈنس رہا ہے؟!

اسرائیل جیسے سرطانی پھوڑے کے سب سے اہم اور مہلک خطرات مندرجہ ذیل ہیں:

ا۔ یقین سے یہ کہا جاسکتا ہے سارے عالم اسلام میں مغربی استکباری طاقتوں کی طرف سے اسلام کے ساتھ مقابلہ کیلئے ان کے وحشی منصوبوں کا مظہر اسرائیل ہے۔ اسلام ہمیشہ صلح طلب دین اور انسان کیلئے مایہ عزت وسرفرازی ہے۔ یہ سب اقدار خداوند عالم کی طرف سے عنایت ہوئے ہیں۔ لیکن صہیونزم شیطانی قوتوں کو استمرار بخشنے نیز کفر و باطل کیلئے وحشی اور ضد

بشری اقدامات کے سلسلوں کا نمونہ ہے۔ اسرائیل ایسی حکومت ہے جو یہودیوں کے جھوٹے خوابوں پر تشکیل دی گئی اور فلسطین پر قبضہ جما کر اسے خدا کے منتخب اور ممتاز لوگوں کی سرزمین کا نام دیا گیا ہے۔ یہ لوگ دنیا کے دوسرے سارے اقوام کی بنسبت خاص امتیاز کے حقدار بن بیٹھے ہیں۔ مغربی صلیبیوں کا دعوی ہے یہودیوں کا حساب وکتاب دوسرے انسانوں سے الگ ہے۔ طولانی صدیوں کے دوران جو نمونہ عمل اور طرز تفکر یہودیوں کا دامن گھیرے ہوئے تھے، ان کی وجہ سے ان کی برتری طلبی اور فساد اپنے اوج تک پہونچ گیا۔ اس طرح جوان کے خانہ نشینی اور خانہ خرابی کے بھی باعث بنے۔

۲۔ فلسطین مسلمان عوام پر ہر روز ڈار ٹکٹ اسرائیل کے مہلک خطروں اور سازشوں کے منہ میں ہوتے ہیں۔ انکی سرزمین غصب ہوئی ہے۔ بہت سارے افراد کو اپنے گھروں سے بھگایا گیا ہے۔ انکی چند نسلوں کو اس ملک سے اس ملک کوچ کرنے پر مجبور کر دیا جائے۔ وہ لوگ جو ابھی مقبوضہ فلسطین میں موجود ہیں، انہیں ہمیشہ صہیونی حکومت کے سلامتی اور فوجی فورسز نیز صہیونی ساکنین کے وحشی مظالم اور کشت کشتار کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وہ سب فلسطینی شہریوں کے روزمرہ اور اجتماعی زندگی کے طور وطریقہ میں بھی مداخلت کرتے ہیں۔ فلسطینی گاؤں کے کھانے اور کھیت کا پانی، غذائی اجناس اور بجلی سب اسرائیلی افسروں کے کنڑول میں ہے جو ان کے خورد ونوش پر برا

اثر ڈالتی ہے۔ اخلاقی ، فکری ، سلامتی اور سیاسی شعبوں میں ان کی کوئی بھی قدر و قیمت نہیں ہے۔ صہیونی افراد کسی بھی حد سے گریز نہیں کرتے ہیں۔آج فلسطینی شہری ہر طرف سے صہیونیوں کے ہمہ جانبہ محاصرہ میں ہیں۔ان کو وہاں شریفانہ زندگی گزارنے اور اپنے اختیار سے سانس لینے سے بھی منع کیا جاتا ہے!!۔

۳۔ مغرب اور صہیونزم کی وحشی سازشیں فلسطینی مسلمانوں تک ہی محدود نہیں ہیں بلکہ وہ اس سرزمین کے اطراف میں ساکن سارے مسلمانوں اور عربوں کو بھی لاحق ہیں۔ سرزمین لبنان پر اسرائیل کے بعض وحشی اقدام اسطرح ہیں: جنوبی لبنان کے گاؤوں اور فوجی کیمپوں پر وحشی بمباری کرنا،اس ملک کی سیاست میں ہمیشہ مداخلت کرنا،اسلام اور فلسطین مخالف علیحدگی پسند میرونی فورسز کی حمایت کرنا نیز ۱۹۸۲ء میں لبنان پر فوجی حملہ اور بیروت پر قبضہ کرنا اسی طرح اس ملک کے ساتھ ہمیشہ جنگ کی آگ بھڑکانا شامل ہے!!۔ سرزمین اردن کے متعلق بھی یہ کہا جائے کہ جون ۱۹۶۷ء کی جنگ میں اس ملک کے شاہ نے مشکوک طور پر اپنی نصف مملکت ہاتھ سے کھودی!۔وہاں کے عوام نے بھی جنگ کے بعد تین سال تک اسرائیلی فوج کے بھاری نقصانات تحمل کیئے۔اس دن سے آج تک وہاں کی عوام سیاسی، فوجی، اور اقتصادی شعبوں میں اسرائیل کی مداخلت اور زیادہ روی سے ابھی بھی ڈرے ہوئے ہیں۔ لیکن

مصر کی داستان کچھ اور ہے ایسا ملک جس کے دروازے اسرائیل نے ایک دن جنگ اور دوسرے دن ناپاک صلح کے ذریعہ روندھ ڈالے۔ مصر کے اکثر گاؤوں، شہروں اور کارخانوں میں مسلم عوام نیز دسیوں ہزار مصری فوج کو آتش صحرا سینا میں ناقابل برداشت بدترین ماحول میں بھوک اور پیاس کی مصیبت اٹھانی پڑی۔ لیکن آج مصری قوم کیمپ ڈیویڈ معاہدہ کے بعد اپنے ارادہ کے برخلاف ان جلادوں اور قاتلین کو دیکھ کر مسکراتی ہے اور ان کا استقبال بھی کرتی ہے!! ۔

۴۔اسرائیلی حکومت عملی طور پر امت مسلمہ کے سارے افراد کو ڈراتی ہے۔ حقیقت میں ایک ایک کر کے ساری اسلامی سرزمینیں اور مسلمان اقوام اسرائیلیوں کے یقینی خطرے کے منھ میں ہیں۔ یہودیوں نے اسلام کو اپنے مفادات کے حصول کے لئے اپنا حریف اور خطرہ قرار دیا ہے۔ اسرائیلیوں نے واضح طور پر یہ اعتراف کیا ہے مسلمانوں کو جہاں بھی پائیں گے ان کا پیچھا کریں گے۔ ایک اسرائیلی وزیر مسلمانوں سے اپنے کینہ بغضی کو بیان کرتے ہوئے کچھ اس طرح سے کہتا ہے: اگر میرے ہاتھ میں طاقت ہوتی تو ٹینک پر سوار ہو جاتا اور یروشلیم قدس سے لیکر بغیر کسی توقف کے کراچی پاکستان تک چڑھائی کرتا۔ یہ بات مسلمانوں کی بنسبت یہودیوں کی کینہ توزی اور نفرت کو اچھی طرح بیان کر رہی ہے۔ یہ لوگ مسلمانوں کو اپنی سازش کا نشانہ بنانے

میں کسی بھی حد کو پار کرنے سے گریز نہیں کرتے ہیں۔ وہ ہمیشہ فیلپین سے اریترہ تک ،تائلینڈ سے ہندوستان ، جنوبی سوڈان تک نیز پورے افریقہ اور یورپ میں سارے مسلمانوں کو اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہیں !!۔

۵۔اسرائیل کا خطرہ عالم اسلام پر ختم نہیں ہوتا ہے بلکہ یہ خطرہ دنیا کے سارے مستضعفین کو لاحق ہے کیونکہ اسرائیل کے ساتھ انٹرنیشنل استکباری طاقتوں کے مضبوط تعلقات موجود ہیں نیز قوم پرست حکومتوں ، افریقہ اور تیسری دنیا کے ڈکٹیٹر نظاموں کی طرف سے جو وافر مقدار میں امداد اسے پیش کی جاتی ہے۔ یہ سب اس بات کی شاہد ہے کہ اسرائیلی خطرے کا بادل دنیا کے سارے مستضعفوں اور مسلمانوں کی تقدیر پر منڈلا رہا ہے !!۔

٦۔اسرائیل مغربی یلغار ، انٹرنیشنل صہیونزم اور یہویوں کی دیرینہ آرزؤں کو عملی شکل دینے کا اصلی مرکز اور اڈہ ہے جو اسلامی ممالک کو الگ الگ کرنے اور مسلمانوں میں اختلاف ڈالنے میں مرکزی کردار ادا کرتا ہے ۔ صہیونزم کا ہدف اتنا نہیں ہے بلکہ مسلمان اقوام کے قومی ، مذہبی اور جغرافیائی وابستگی کے اصول و قوانین کو کمزور کرنا ان کا سب سے پہلا ہدف ہے۔اسرائیلی سیاستمدار ، ماہر اور جامعہ شناس افراد مشرق وسطیٰ کے مختلف جماعتوں کے مذہبی عقائد اور رجحانوں کے بارے میں دقیق مطالعہ اور تحقیق کررہے ہیں اور یہ بھی کوشش کررہے ہیں کہ بہائیت کے فکری سلسلے تشکیل دیں یا شمالی

عراق کے کرد، جنوبی سوڈان کے جدائی طلب قوم پرستوں نیز سارے افریقی ممالک کے ساتھ اپنے روابط اور تعاون کی راھیں ایجاد کریں!! ۔

صہیونی اتحاد مسلمین کی جدوجہد کا مقابلہ کرنے کے علاوہ مشرق وسطی میں سیاسی اور اقتصادی شعبوں پر یہودیوں کے مکمل تسلط کے لئے ہمیشہ منصوبہ بندی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ان سازشوں کا ہدف لبنان میں میرونی اور دروزی، شمالی عراق اور شام میں کردی اور مصر میں قبطیان جیسے مختلف مذہبی اور قومی جماعتوں کی حوصلہ افزائی کرنی ہے۔ اسرائیل ان کو اپنی مرکزی حکومتوں سے استقلال کی جدوجہد کیلئے ابھارتا رہتا ہے۔اسرائیل نے اس کیلئے اپنے سارے وسائل ان کے اختیار میں دئے ہیں تاکہ وہ ایک دوسرے کو کمزور کریں اور اسطرح اس کو مکمل تسلط حاصل کرنے کے لئے ماحول فراہم کریں!!

۷۔ صہیونی حکومت جنگ اور اختلاف کے ذریعہ مغربی استکبار کی سب سے اہم آرزو اور ہدف پورا کر رہی ہے۔یہ بھولا نہ جائے کہ ایک عمدہ سبب جس نے مغربی یلغار اور اس کی مضبوطی میں مدد دی، مسلمانوں کی کمزوری اور سستی ہے!۔ متجاوز حکومت خود چاہتی ہے اسرائیلی ثقافت مقبوضہ فلسطین کے اندر امت مسلمہ کے فرزندوں کے درمیان رائج کرے۔ یہ فلسطین میں مغرب پرستی کی توسیع اور اسلام کے ساتھ ہر مسلم فلسطینی کی وابستگی کی نابودی کا، سب سے اہم وسیلہ ہے۔ان کی طرف سے جنسی آزادی، دینی اقدار کی

نابودی ، گھریلو زندگی کا زوال ، اجتماعی کشمکشوں کو بھڑکانا، مصرف کرنے والوں کی ذہنیتوں کی رغبت دلانا، خود خواہی ، فلسطینی مسلمانوں کو خود سے اجنبی بنانا یہ سب ایسے اقدام ہیں جو مسلمان کو الگ تھلگ بنانے اور ثقافتی استعمار کو قبول کرنے کی سازش کے بیان گر ہیں !!۔

۸۔ اقتصادی دنیا میں اسرائیل ،امریکہ کی قیادت میں عالمی استعمار کے مفادات کے محافظ کے طور پر اپنے کام انجام دے رہا ہے۔ وہ سیاسی دھمکیوں اور جنگی وسائل کے استعمال سے اسلامی ممالک کے تیل اور کھیتی باڑی کے محصولات جیسے قدرتی ذخائر کی لوٹ ماری کے ذریعہ استعمار کی نوکری انجام دے رہا ہے۔

یہ سب مسائل یقیناً عالم اسلام پر اسرائیلی خطرے کی گھنٹی بجا رہے ہیں۔ اسرائیل اسلام کی نابودی کیلیئے ہر حربہ استعمال کر رہا ہے۔ اگر اس کے خلاف مقاومت نہ کی جائے تو یہ سرطانی پھوڑا تدریجاً فلسطین سے لیکر عالم اسلام کے دوسرے نصف جسم میں بھی نفوذ کرے گا۔ اسرائیل کی صورت میں، آج عالم اسلام کو سب سے بڑا اور خطرناک خطرہ درپیش ہے۔ مسلمان بیدار ہو جائیں۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ صرف ثقافتی پہلو پر اکتفا کیا جائے ۔ صہیونیزم کا دیو مسلمانوں کا ایسا دشمن ہے کہ جو مسلمانوں کے وجود ہی کو نابود کرنا چاہتا ہے۔

# شہید انقلاب فلسطین ڈاکٹر فتحی شقاقی رہ اسلامی مذاہب کا پرچم دار وحدت

## تفرقہ ڈالنے کی ناپاک کوششیں!

استعمار کی جانب سے شیعہ وسنی بالخصوص ایرانی انقلاب اسلام کے خلاف آٹھ سالہ تھوپی گئی جنگ کے بعد اختلافات کی آگ بھڑکانے نیز مکہ مکرمہ اور بیت الحرام کے ایرانی زائرین کا قتل عام کے خونی سانحہ کی وجہ سے شہید شقاقی رہ ہمیشہ رنجیدہ اور غمگیں رہتے تھے۔آپ اپنے مضامین، بحثوں اور گفتگو میں مغرب اور صہیونزم کو مسلمانوں میں بالخصوص شیعہ وسنی کے درمیان اختلاف کا باعث قرار دیتے تھے۔آپ اپنے ایک مقالہ میں جو ۱۹۸۲ء دسمبر کے شمارے، جو لندن سے کھلنے والے ماھنامہ الطلیعۃ الاسلامیۃ میں نشر ہوا، لکھتے ہیں: جمہوری اسلامی ایران نے بے نظیر ثقافتی اور تاریخی آئیڈیل پیش کیا لیکن قدرت طلب افراد، کمیونسٹیوں اور لیبرل جماعتوں نے مختلف سازشوں کے ذریعہ اس کے خلاف صف باندھی۔ایران اور عرب ممالک میں شیعہ وسنی تفرقہ کی آگ بھڑکانے کے لئے ایران سے باہر منصوبوں اور داخلی انقلاب مخالف گروہوں کے ذریعہ تفرقہ آمیز حرکتیں کیں ۔یہ بعض ایسی خطرناک

سازشیں تھیں جن کے ذریعے انقلاب اسلامی کی شکل بگاڑنے کی کوشش کی گئی!!۔

اس زمانے کی صورتحال میں جمہوری اسلامی ایران اور تشیع کے خلاف بعض عرب ممالک سے وابستہ مذہبی گروہوں کے ذریعہ سیکڑوں کتابیں اور ہزاروں مقالہ جات اور تحلیلی مضامین نشر کئے گئے۔ شہید شقاقی ؒ نے بہت زحمتیں اٹھانے کے بعد مختلف اعتراضات جمع کئے اور بہت ساری تہمتوں ،اختلافات اور سازشوں کا منھ توڑ جواب دیا۔ لیکن دشمنان اسلام کے پاس مالی وسائل، فکری اور تبلیغی طاقت ڈاکٹر شقاقی ؒ سے سو برابر زیادہ تھی، لہٰذا کوئی بھی کام ان سے مکمل جواب کے طور پر ممکن نہیں تھا اگرچہ اپنی طاقت کی حدتک جتنا ممکن ہوسکا آپ نے انجام دیا۔

ڈاکٹر شقاقی ؒ فرانسی متفکر روژہ گارودیکے بیانات کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: امام خمینی ؒ نے انقلاب اسلامی برپا کرکے مغربی وسعت طلب آئیڈیل کو سوالوں اور اشکالوں کے پنجرے میں لا کھڑا کیا ۔آپ نے ایرانیوں کی زندگی کو عزت عطا کی، لیکن چونکہ عالم استکبار اور ان کے آلہ کار اس انقلاب اور قیام سے مبہوت ہوگئے تھے لہٰذا مختلف وسائل کے ذریعہ انقلاب کو نقصان پہونچانے کے لئے متحرک ہوگئے ۔ پہلے یہ کوشش کی کہ انقلابی مذہبی رہبروں کیلئے قدرت لینے میں مانع بن جائیں، قومی اقلیتوں کو بھڑکایا،ایرانی

انقلاب مخالف اور سلطنت طلب گروہوں، ساواک اور بعض لائیک انجمنوں کی حمایت کی۔ اس کے بعد ایران کی سیاسی اور اقتصادی پابندی سے اپنے ہاتھ کالے کئے۔ لیکن جب ایرانی عوام کی ثابت قدمی کے سامنے ان سب سازشوں نے شکست کھائی تو صدام کو حکم دیا جنگ شروع کرے!۔ یہاں دوسری طرف سے جنگ کے ساتھ ہی شیعہ و سنی کے درمیان فتنہ اور تفرقہ ڈالنا شروع کیا تاکہ انقلاب اور جہاد کی بلند لہروں کو گھیر لیں نیز اپنے ناپختہ خیال کی بنا پر چاہتے تھے کہ مشرق وسطی کے دوسرے ممالک یا جو علاقے اسرائیل کے آمنے سامنے ہیں، وہاں انقلاب اسلامی کی تعلیمات کے منتشر ہونے میں رکاوٹ ڈال دیں (اگرچہ انمیں کامیاب نہ ہوسکے) لیکن استعمار نے درباری علماؤں کے ذریعہ تفرقہ اور فتنہ کی آگ اپنے اوج تک پہونچائی !! ۔

شہید فتحی شقاقی ؒ مزید یوں اظہار کرتے ہیں: اگرچہ استکبار اور انقلاب مخالف عناصر کی تمام کوششوں کو شکست کھانی پڑی لیکن اسکے بعد بھی کسی حد تک شیعہ و سنی اختلافات کی آگ بھڑکانے میں کامیاب ہو گئے اسلئے کہ معمولاً یہ سب سازشیں بیرون ایران گائڈ ہو رہی تھیں۔ ۱۳۶۰ھ ش کی دہائی کے آغاز سے ہی مغربی اور عربی سازش رچنے والی جماعتوں اور درباری علماؤں، مصری مجاہد خاتون زینب غزالی کے بقول طاغوتی نظاموں نے انہیں اس میں اپنا آلہ کار بنایا تھا، کے پروپگنڈوں نے بہت حد تک منفی اثر ڈالا، اس فتنہ کی آگ نے ایک

ساتھ سب خشک و تر جلادیا، امت مسلمہ کو الگ الگ کر دیا اس طرح ہمیں اس غم میں سوگوار بنایا جبکہ آج بھی ہم اس بحرانی آگ میں جل رہے ہیں!!۔

استاد جابر رزق ایران پر صدام کے حملہ کے بارے میں لکھتے ہیں: ۔۔۔ جمہوری اسلامی پر تھوپی جنگ کی اصلی وجہ استعمار کی اپنی آلہ کار حکومتوں کو نابودی سے بچانا ہے۔ ہرگز نہیں تھا جیسا کہ بعض سوچتے تھے کہ سعودی گھر و بازاروں میں اور بعض سادہ فکر افراد جو اس دنیا سے کوئی خبر نہیں رکھتے ہیں کہ ایرانی شیعہ چاہتے ہیں صدام کے سنی نظام کو نابود کرے۔۔۔!۔ خدایا۔۔۔ یہ کوتاہ اور سادہ فکری کتنی غم آور ہے!۔۔۔ جو لوگ کینہ اور تفرقہ کی آگ لگا رہے ہیں وہ کتنے بڑے ظلم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔۔۔!۔

## شیعہ ہمارے بھائی ہیں پس کیونکر انکی تکفیر کی جائے!؟

شہید شقاقیؒ یوں نقل فرماتے ہیں: اسلام ایسا دین ہے جو لوگوں کو تفکر اور تعقل کی دعوت دیتا ہے۔ لوگوں کو گفتگو اور تعمیری کام انجام دینے کیلئے پکارتا ہے۔ مجتہد کیلئے اگرچہ اپنے اجتہاد کرنے میں اسے غلطی ہو جائے پھر بھی ثواب کا قائل ہے اگر صحیح سے اجتہاد کرے تو دو اجر کا مستحق بناتا ہے اس بات نے عظیم تمدن کی بنیاد ڈالنے میں مدد کی ہے۔ ایسا تمدن جو فکری رشد کیلئے بے نظیر آئیڈیل ہے۔ لیکن اس کے باوجود امت مسلمہ نے معاشرہ کے ارباب اختیار کے ہاتھوں فکری تنزل کے کچھ دور گذارے ہیں۔ یہ فکری انحطاط یا

فکری صلاحیت کو ختم کرنا(Attack to Thinking power) ، تنگ نظری اور گفتگوؤں کے سارے دروازے بند کرنے کے حربے سے انجام دی جاتی ہے۔ یہ واقعات تاریخ اسلامی کے تنزل کے زمانے میں رونما وئے ہیں۔ جس زمانے میں اندھی تقلید اور نفرت آمیز تعصب معاشرہ پر حاکم تھا۔ جس کے بانی فکری مکاتب اور اعلیٰ رہبر تھے۔ وہ ایسی جماعتوں میں تبدیل ہوگئے کہ کبھی تکفیر تو کبھی فتنہ اور تفرقہ ڈالنے کے ذریعہ اپنے حریف کو میدان سے خارج کرتے تھے۔ اسلامی مذاہب میں تکفیر کا طور طریقہ اور ایک دوسرے پر کفر کا حکم جاری کرنا ایک بہت ہی خطرناک مسئلہ ہے !۔ ہر مسلمان کو چاہیئے کہ تفرقہ ڈالنے کے اسباب کے مقابلے میں اپنا ردعمل دکھائے۔ بعض افراد تو یہ کوشش کررہے ہیں کہ ابن تیمیہ کے فتوں سے شیعوں کے خلاف سوء استفادہ کریں اور انہیں کافر اور دین اسلام سے خارج فرقہ ٹھہرائیں۔ اس طرح شیعوں کے تکفیر کے نتیجہ میں انقلاب اسلامی کو نقصان پہونچائیں کہ دشمنوں کا اصلی ہدف اسی میں پوشیدہ ہے ! ۔

شہید شقاقیؒ جناب عمر تلمسانی کے ڈائری کے حوالے سے لکھتے ہیں: جناب شیخ محمد قمی گزشتہ بیسویں صدی کے چوتھی دہائی میں انجمن اخوان المسلمین کے مرکزی دفتر میں مہمان تھے۔اس زمانے میں امام شہید نے مذاہب اسلامی کے درمیان تقریب کے خاطر وسیع جدوجہد(Struggle)

انجام دی تاکہ وحدت اسلامی کو توڑنے کے لئے سر گرم عمل دشمنان اسلام مذاہب کی پراکندگی سے سوء استفادہ نہ کر سکیں۔ ایک دن جناب تلمسانی نے اپنے پیشوا سے شیعہ اور سنی کے درمیاں اختلاف کی حد کے بارے میں سؤال کیا، لیکن جناب حسن البناء نے اس طرح کے پیچیدہ مسائل کی بحث کرنے سے منع کیا۔ کیونکہ اس وقت ماحول ہی ایسا تھا کہ دشمن فتنہ کی آگ بھڑکانے کی کوششیں کر رہے تھے۔ انہوں نے مناسب نہیں سمجھا مسلمان ان مسائل میں اپنے آپ کو مشغول رکھیں۔ جناب عمر تلمسانی نے ان سے کہا میں نے مسلمانوں کے درمیان اختلاف کے بڑھاؤ کے لئے نہیں کیا ہے بلکہ بیشتر اطلاع کے لئے؟ کیونکہ کتابوں میں شیعہ و سنی کے اختلاف کے بارے میں بے شمار مطالب بیان کئے گئے ہیں۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے ان کی تحقیق کریں تو ہمارا فریضہ کیا ہے؟۔ امام شہید نے اپنے شاگرد سے کہا: یہ جان لو کہ شیعہ و سنی دونوں مسلمان ہیں۔ لاالہ الااللہ اور محمد رسول اللہ نے انہیں ایک دوسرے کے ارد گرد جمع کیا ہے۔ یہ ہمارا حقیقی عقیدہ ہے کہ شیعہ اور سنی ایک ہی ہیں اور بہت سارے مسائل میں آپس میں اتفاق نظر رکھتے ہیں۔ اختلاف فقط معمولی جگہوں پر پایا جاتا ہے جس کے برطرف کرنے کا امکان موجود ہے۔

شہید شقاقی رہ مندرجہ ذیل تین باتوں پر زیادہ زور دیتے ہیں۔

۱۔ ہر ایک شیعہ و سنی فرد کو چاہیئے ایک دوسرے کو اپنا مسلمان بھائی سمجھ لے!۔

۲۔ موجودہ اسلامی تحریکوں کی ذمہ داری ہے مسلمانوں کے درمیان وحدت ایجاد کریں اور ان کے اختلاف کو برطرف کرنے کی جدوجہد کریں!۔

۳۔ شہید حسن البناء نے مسلمین کی وحدت کے لئے وسیع جدوجہد کی۔ ان کی تلاش کا ایک نتیجہ مجمع تقریب کا وجود میں آنا ہے!۔

شہید شقاقی رہ سورۂ مبارکہ انعام کی ۱۵۹/آیہ کریمہ کا حوالہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں: مجھے نہیں معلوم کیونکر ہر بحث و جدال میں آسانی سے اپنے حریف پر کفر کا حکم جاری کرتے ہیں؟! ۔ اگر مذاہب کے فقہ اور دوسرے مختلف عقائد کی تحقیق کی جائے تو واضح ہو جاتا ہے کہ شیعہ و سنی کے درمیان جو دوری اور اختلاف ہے ویسے ہی اہلسنت کے فقہی مذہب ابو حنیفہ اور مالکی یا شافعی کے یہاں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے سارے محققین اور متفکرین حقیقت کی تلاش میں مشغول ہیں اگرچہ ان کے طریقہ کار مختلف ہیں!۔

شہید شقاقی رہ اسی بحث کے تناظر میں اہل سنت برادران کے معروف اور عظیم شخصیات کے اقوال نقل کرتے ہیں۔ یہاں پر اختصار کی وجہ دو قول پر اکتفا کیا جاتا ہے:

۱۔ مرحوم ڈاکٹر شیخ محمد غزالی جو مصر کے محترم اور عظیم دینی رہنماؤں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ اسلامی نشریہ کے ساتھ ایک گفتگو میں مجمع تقریب میں اپنے کردار کے بارے میں پوچھے گئے ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں: ہاں میں مجمع تقریب کے بانیوں میں سے ہوں۔ میں نے قاہرہ میں اس ادارے کے مرکزی دفتر میں ہمیشہ انتھک کام انجام دیا ہے۔ جناب شیخ محمد تقی قمی اور جناب علامہ شیخ محمد جواد مغنیہ کے ساتھ میری فکری نزدیکی تھی ۔ بعض بڑے شیعہ علماء میرے دوست ہیں۔ یقینا میری یہی تمنا ہے مسلمانوں کے درمیان جو جدائی اور تلخی پیدا ہوئی ہے، ختم ہو جائے بالخصوص موجودہ افسوس بھرے بحرانوں میں۔

۲۔ مرحوم ڈاکٹر صبحی الصالح لبنانی متفکر جنہوں نے کتاب شریف نہج البلاغہ کے الفاظ اور لغات کی شرح و تفسیر کا کام انجام دیا ہے۔ اپنی دوسری کتاب معالم الشیعہ میں فرماتے ہیں: شیعوں کے اماموں سے نقل شدہ روایات میں بیان ہوا ہے کہ انہوں نے سنت پیغمبر اکرم (ص) کے مطابقت کے بغیر کوئی روایت نقل نہیں کی ہے۔ شیعوں کے نزدیک سنت پیغمبر اکرم (ص) عظیم مقام اور اہمیت رکھتی ہے۔ ان کے پاس قانون تدوین کرنے کے منابع میں قرآن کریم کے بعد دوسرا مرتبہ رکھتی ہے۔

شہید شقاقی رہ مزید یوں فرماتے ہیں: مصری الازھر یونیورسٹی کے سابقہ صدر نے روزنامہ الشرق الاوسط چاپ لندن، کے ساتھ ایک گفتگو میں تاکید کی ہے: امام خمینی رہ میرے مسلمان بھائی ہیں۔امام خمینی رہ ایک سچے مسلمان ہیں ۔ مسلمان مختلف مذہبوں کے باوجود اسلام میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ امام خمینی رہ اسلامی پرچم کے سایہ میں ہیں اسی طرح جس طرح اس پرچم کے سایہ میں کھڑا ہوں۔ واقعاً کیا اس سب کے باوجود الازھر کے صدر شیعہ عقائد سے آشنا نہیں تھے؟! ۔(یا یہ کہ) سالوں بعد انہوں نے یہ آگاہی حاصل کی کہ امام خمینی رہ شیعہ ہیں؟! ۔

## مجمع تقریب کی تاسیس اور ضرورت !

۱۹۵۹ء میں اسلامی مذاہب کے درمیان مجمع تقریب کی بنیاد ڈالی گئی۔ شہید شقاقی رہ اپنی کتاب میں اس اقدام کو اتحاد المسلین کیلیئے سب سے اہم اور بہترین کام قرار دیتے ہیں۔ انجمن اخوان المسلمین کی تقریب کی تاسیس کے زمانے سے اخوان المسلمین اور شیعوں کے مابین تعاون اور صفا ہمیشہ عمل میں آئی جبکہ ۱۹۵۴ء میں قاہرہ میں شہید نواب صفوی کے سفر کے بعد اس میں وسعت پیدا ہوگئی ۔ اسی طرح استاد عمر تلمسانی انجمن اخوان المسلمین کے تیسرے رہبر اپنی کتاب حسن البنا الملھم الموھوب میں لکھتے ہیں: وحدت مسلمین کے خاطر البنا کی دلی آرزو اس حد تک تھی ان کا ارادہ تھا تمام اسلامی مذاہب

اور جماعتوں کے رہبروں کو شرکت کی دعوت دیکر ایک سمینار منعقد کریں لیکن اس وقت کے مصری حالات نے اس اقدام کی اجازت نہیں دی۔ شاید مجمع تقریب ہی ایک وسیلہ تھا کہ اس کے ذریعہ خداوند انہیں ایسے راستے کی ہدایت عنایت کی کہ ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ جاری کرنے میں مانع بن گئے اور اسکی ضرورت بھی کیا ہے جبکہ ہمارا قرآن، ہمارا دین، ہمارے پیامبر (ص) اور ہم سب کا خدا ایک ہی ہے۔

شہید شقاقی رہ موجودہ صدی کے اوائل میں اتحاد المسلمین کی حفاظت کے خاطر علماء اسلام کے انتھک کوششوں کے بارے میں جناب عمر تلمسانی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ :امام حسن البنا شیعوں کے بڑے رہنما شیخ محمد تقی قمی کا قاہرہ میں طولانی مدت تک استقبال کرتے رہے۔ چنانچہ سب جانتے ہیں کہ امام حسن البنا نے اپنے حج تمتع کے سفر میں آیت اللہ کاشانی رہ کے ساتھ ملاقات کی اور دوستانہ گفتگوؤں کے بعد مثبت نتیجہ پر پہونچے۔ عبدالمتعال جبری انجمن اخوان المسلمین کے اس وقت کے ایک رہبر اور امام حسن البنا کے ایک شاگرد اپنی کتاب کیوں حسن البنا قتل کئے گئے میں روبیر جیکسن کے حوالے سے اس ملاقات کے بارے میں لکھتے ہیں: اگر حسن البنا مزید زندگی گزارتے تو وحدت مسلمین کے لئے بہت سارے کام انجام دے دیتے خاصکر یہ کہ آیت اللہ کاشانی کے ساتھ اس نتیجہ پر موافق ہو گئے تھے

کہ شیعہ اور سنی کے درمیان موجود اختلاف ختم کریں گے۔ ۱۹۴۹ء میں ان دونوں نے حقیقی مشترکہ حل نکالا تھا لیکن حسن البنا جلد ہی مارے گئے۔ استاد جبری روبیر جیکسن کے بیانات کی تائید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام حسن البنا نے اپنی تیز ہوشی اور سیاسی بصیرت کے ذریعہ اسلامی مذاہب کو نزدیک لانے میں بڑے اور مضبوط قدم اٹھائے۔

## اختلاف استعماری زہر ہے؟!!

شہید شقاقی رہ انقلاب اسلامی کے اصول و قواعد کے متعلق امام خمینی رہ کے ایک جواب کے حوالے سے فرماتے ہیں: امام نے پیرس (فرانس) میں داخل ہونے کے وقت اعلان کیا کہ کوئی بھی ایسی دلیل نہیں ہے جو کسی بھی دن مسلمانوں کو سنی اور شیعہ میں تقسیم بندی کردے! ۔ ہم سب مسلمان ہیں ۔ یہ انقلاب، اسلامی ہے۔ اسلام نے ہم سب کو ایک دوسرے کا بھائی بنایا ہے۔ امام خمینی رہ ۱۳۶۳ھ ش کی تقریر میں زور دیتے ہوئے فرمایا: وہ پلید ہاتھ جو عالم اسلام میں شیعوں اور سنیوں کے درمیان تفرقہ ڈال رہے ہیں، وہ نہ شیعوں کے آستین سے باہر نکلے آئے ہیں اور نہ ہی اہل سنت کے آستین سے۔ یہ استعماری ہاتھ ہیں جو اسلامی ممالک پر حکومت کرنا چاہتے ہیں ۔ استعماری حکومتیں ایسی حکومتیں ہیں، جو چاہتی ہیں مختلف وسائل اور متعدد چالوں کے

ذریعہ ہماری دولتیں لوٹ لیں اور جو شیعہ وسنی کے نام سے تفرقہ کی آگ بھڑکاتے رہیں۔ وہ دراصل استعماری چیلے ہیں اور استعماری کام کر رہے ہیں!!۔

•••

# چوتھی فصل

## شہید انقلاب فلسطین کے غم میں

## دنیاجان لے ہر مجاہد، شہادت کا عاشق ہوتا ہے!؟

شہید انقلاب فلسطین ! اپنے وصیت نامہ میں بیان کرتے ہیں : یقین مانئے شام کے متعدد روساء جو ہمارے میزبان ہیں، انہوں نے دمشق کے ایک آپارٹمینٹ ، جسمیں میں اور آزادی فلسطین کی عوامی تحریک کے اعلی سکریٹری (جنرل کمانڈر) احمد جبریل رہتے ہیں ۔ ہمیں اپنی حفاظت میں رکھا ہوا ہے ۔ اسلیئے کہ انہوں نے مجھ سے کہا کہ صہیونیوں کی طرف سے انکے آلہ کار افراد مجھے مارنے کیلیئے دمشق آئے ہیں۔ لیکن چند دنوں کے بعد میں نے ان سے خواہش کی مجھے آزاد چھوڑ دیں۔ اسکے بعد سمینار میں شرکت کرنے کیلیئے سوڈان کے دارالحکومت خارطوم چلا گیا۔ میں خداوند کے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتا ہوں۔ ہمیں موت سے محبت ہے، ان لوگوں کی طرح جو اپنی حیات سے محبت کرتے ہیں اور زندگی گذارنا پسند کرتے ہیں ! ۔

شہید شقاقی رح کی اہلیہ محترمہ فتحیہ فرماتی ہیں کہ : وہ ہمیشہ شہادت کے آرزومند تھے ۔ یحیٰ عیاش، محمود الخواجہ وھانی العابد مجاہد کی شہادت پر حسرت کرتے تھے۔ آخر کار جوانی کی عمر میں ہی ان کی اپنی آرزو پوری ہو گی۔

# ڈاکٹر شہید فتحی شقاقی رح کی شہادت

۱۹۴۸ء میں دریائے اردن کے مغربی ساحلی علاقہ اور غزہ پٹی کے مقبوضہ علاقوں میں صہیونی حکومت کے وحشی ظلم وستم کے جواب میں فلسطینی مجاہد فوجیوں نے شہادت طلب کاروائیاں ٹل آویو، حیفا، مغربی قدس اور دوسرے صہیونی نشین شہروں میں انجام دی۔ اسی کے بعد اسوقت کے اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین نے آخری فیصلہ لیا کہ فلسطینی مجاہد فوجی تحریکوں کے رہبران کو قتل کیا جائے جنمیں ڈاکٹر فتحی شقاقی کو پہلے آدمی کے طور پر نشانہ بنایا گیا۔

صہیونی روزنامہ یدیعوت احروٹ نے اپنے ہفتہ وار کالم میں شہید شقاقی کے بارے میں تفصیلی خبر منتشر کی۔ جسے رونین برگمان نے اپنی کتاب غیر واپسی کا نقطہ کے ایک چیپٹر میں مفصل بیان کیا تھا۔ اسمیں موساد (اسرائیلی انٹیلیجنس ایجنسی) کے ہاتھوں فتحی شقاقی کے مارنے کی تفصیلی خبر کا پردہ فاش کیا گیا ہے۔ فتحی شقاقی کی موت ماہ اکتوبر ۱۹۹۵ء میں لیبی میں ایک سمینار میں شرکت کرنے کے بعد واپسی کے دوران اٹلی کے جزیرہ مالت میں موساد کے مامور شدہ افراد کے ہاتھوں ہوئی۔

مذکورہ کتاب میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اسرائیلی وزیر اعظم اسحاق رابین نے ماہ جنوری میں فتحی شقاقی کے مارنے کا حکم صادر کیا۔ یہ حکم اس نے

اسی مہینہ میں تحریک جہاد اسلامی کی طرف سے بیت لید نام کی کاروائی کے بعد دیا جسمیں ۲۲ ااسرائیلی مارے گئے تھے اور ۱۰۸ زخمی ہو گئے تھے۔

اس حکم کے بعد موساد نے اپنے گروہ قیصاریہ کے ذریعہ اس پر عمل درآمد منصوبہ بندی کی ۔ بیت لید کاروائی سے پہلے بھی سالوں سال دمشق میں فتحی شقاقی کا گھر انکی نظر میں ہوتا تھا لیکن فوجی اطلاعات کے اعلی آفیسر اوری ساغی نے وہاں شقاقی کو مارنے سے خبر دار کیا تھا کیونکہ یہ اقدام حکومت شام کی شدید ناراضگی کا باعث بن جاتا۔ رابین یہ مان لی اور موساد کو حکم دیا کہ دمشق کے بجائے کسی اور ملک میں شقاقی کے قتل کا منصوبہ بنائے۔ اگرچہ موساد کو نئی پلاننگ میں مشکلات کا سامنا تھا لیکن رابین کے حکم پر عمل کیا۔

فتحی شقاقی جانتے تھے کہ وہ اسرائیل کے زیر نظر ہیں۔ اسی وجہ سے دمشق سے باہر نہیں جاتے تھے اور صہیونیوں کے بقول محتاط رہتے تھے۔ آپ صرف ہوائی جہاز کے ذریعہ ایران سفر کرتے تھے۔ اس سب کے باوجود موساد نے دوسری منصوبہ بندی تیار کر لی اور اس کے اجراء کیلئے اب موقعہ کی تلاش میں تھا۔ ماہ اکتوبر ۱۹۹۵ء کے آغاز میں فتحی شقاقی نے لیبی میں ایک سمینار میں شرکت کرنے کیلئے ایک دعوت نامہ دریافت کر لیا۔ اس سمینار میں پارٹیزانی جنگی تنظیموں کے رہبران کی شرکت بھی طے ہوئی تھی۔ موساد کو اطلاع یہ تھی کہ سعید موسیٰ مرارہ (ابو موسیٰ) تحریک فتح کی طرف سے اسمیں شرکت

کریں گے۔ موساد کی ایک انجمن نے کہا کہ ابو موسی، شقاقی کے مخالفین میں سے جانے جاتے ہیں اور اگر وہ اس سمینار میں شرکت کرتے ہیں تو فتحی شقاقی بھی شرکت کریں گے۔ موساد نے اپنے منصوبہ کے اجراء کیلئے اپنے ماہر افراد کو تیار رہنے کا حکم دیا۔ موساد نے لیبی جانے کے اس سفر کی کیفیت شقاقی کے گذشتہ سفروں کے ذریعہ معلوم کرلی تھی۔ شقاقی مالت کے راستے سے ہو کر لیبی جاتے تھے۔ اسکو دیکھ کر قیصاریہ گروہ نے آپ کو اغواء کرنے کیلئے دو منصوبے بنائے۔ پہلا منصوبہ یہ تھا کہ جب فتحی شقاقی مالت کے راستے سے لیبی سفر کریں گے تو اسے عملی کیا جائے گا لیکن رابین نے کہا اس منصوبہ کی وجہ سے عالمی مشکل کا شامنا کرنا پڑے گا لہٰذا اس کی مخالفت کی جبکہ دوسرا منصوبہ یہ تھا کہ شقاقی کو مالت میں قتل کیا جائے۔

موساد ایجنسی کے افراد مالت چلے گئے اور ائرپورٹ پر شقاقی کے باہر نکلنے کے انتظار میں وہاں ٹھہرے رہے۔ شقاقی پہلی یا دوسری یا تیسری فلائٹ کے اترنے کے بعد بھی باہر نہیں آئے۔ موساد کے افراد ان کے مالت آنے سے ناامید ہو گئے لیکن اتنے میں لاسکی (Wireless Phone) سے اپنے ایک شخص کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا ایک سیکنڈ، ایک سیکنڈ، ایک آدمی اکیلا بیٹھا ہے۔ وہ لوگ اس شخص کی طرف آگے گئے اس نے دوبارہ لاسکی سے خبر دی کی یہ شخص وہی لگ رہا ہے۔ اس نے سر پر ایک ٹوپی رکھی ہوہی ہے۔ یہ سب

مشکوک حرکتیں ہوتی رہیں جو موساد کے منصوبہ کو عملی جامہ پہنانے کے سلسلہ میں انجام پا رہی تھی لیکن آپ اس سے بے خبر تھے اور ایک گھنٹہ مالت میں رک گئے پھر میں شرکت کیلئے لیبی چلے گئے لیکن انہوں نے یہ محسوس نہیں کیا کہ موساد کے افراد انکا پیچھا کر رہے ہیں۔

موساد ایجنسی نے اپنی خبر میں کہا: شقاقی نے وہاں پر "ابو موسی" اور "طلال ناجی" کے ساتھ ملاقات کی۔ ۲۶ اکتوبر کو مالت واپس پہنچے۔ موساد یہ جان لیتی ہے کہ شقاقی نے ایک لیبی پاسپورٹ بنام ابراہیم شاویش کے ذریعہ سفر کیا ہے لہٰذا اس کی وجہ سے مالت میں ان کے ٹھہرنے کی جگہ کی تلاش میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ شقاقی اسی دن کی صبح کو مالت پہنچ گئے اور " شعر فقاھہ سلیمہ " کے مقام پر ایک رات کیلئے ہوٹل میں ایک کمرہ کرایہ پر لیا۔ کمرہ نمبر ۶۱۶ تھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بجے شقاقی کچھ خریدنے کیلئے ہوٹل سے باہر نکلے پھر "مارکس واسپنسر" دکان میں داخل ہو گئے اور وہاں سے اپنے لئے ایک شرٹ خریدی پھر دوسری چند دکانوں میں مزید تین قمیصیں خریدیں۔

موساد ایجنسی کے مطابق شقاقی وہاں پر اسی طرح پیدل چلتے رہے لیکن جو افراد موٹر سائیکل پر آپ کا پیچھا کر رہے تھے ان کی طرف متوجہ نہیں تھے۔ موٹر سائیکل آہستہ آہستہ شقاقی کے قریب ان کے ساتھ چلنے لگی۔ اسکے بعد موٹر بائیکل پر بیٹھے دوسرے شخص نے اپنے جیب سے ہتھیار نکال کر آپ کے

سر پر تین فائر کیئے تاکہ وہ مطمئن ہوجائے کہ اس کاروائی (Operaition) میں شقاقی دوبارہ زندہ باقی نہیں رہ سکتے۔ اسکے پیستول میں ایک چھوٹی سی تھیلی ساتھ لگی تھی تاکہ گولیوں کے خالی کارتوس اسی میں گرکر محفوظ رہے۔ اسطرح شقاقی کے قتل کی تحقیق میں اسرائیل کا نام سامنے نہ آسکے۔ موساد یہ بھی جان لیتی ہے کہ اس کاروائی میں جو موٹر بئیسکل استعمال کیا گئی وہ ایک رات قبل چوری ہوی تھی۔ اس طرح مالت میں موساد ایجنسی کے گروہ قیصاریہ کے مامور افراد کو نجات دی گئی لیکن یہ کام کس طرح کیا گیا اس کی تفصیل بیان نہیں کی گئی۔ اس گروہ کے افراد نے اردن میں تحریک حماس کے سیاسی دفتر کے صدر خالد مشعل کے مارنے کی کاروائی میں بھی شرکت کی تھی۔ موساد نے اس کاروائی کے بعد بیان دیا شقاقی کو مارنے کی کاروائی ایک کامیاب ترین آپریشن تھا۔

اس کے بعد اسرائیل کو پوری طرح ہائی الرٹ رہنا پڑا کیونکہ فلسطینی مجاہدین کی طرف سے بڑے حملوں کا انہیں شدید خطرہ لاحق ہوگیا۔

شہید فتحی شقاقی رح کا جسد مبارک اس کاروائی کے دودن بعد ملا۔ اسے پھر وہاں سے دمشق منتقل کیا گیا۔ آپ کے جنازے کے دن پورے دمشق میں چھٹی کی گئی اور سارے لوگوں نے آپ کے نماز جنازہ کیلئے صف باندھی تھی۔ ایسا ماحول تھا جیسے رفرینڈم ہو جسمیں لوگ جہاد اور دفاع کیلئے ووٹ دیتے ہیں۔

• • •

سارے دمشق میں بڑی سطح پر آپ کے وفات کی آخری رسومات انجام دی گئیں نیز دنیا کی بڑی انقلابی اور سیاسی شخصیتوں کی موجودگی میں دمشق کے جنوبی شہر میں واقعہ انقلاب فلسطین کے شہداء کے مزار میں دفن کئے گئے۔

آپ کی شہادت کے موقعہ پر ایران ، شام ، لبنان ، مقبوضہ فلسطینی سرزمینوں اور دنیا کے دوسرے بہت سے ممالک میں عمومی سطح پر یوم عزا منایا گیا۔

شہید شقاقی رح کی شہادت کے بعد عالم اسلام اور عالم عرب کے متفکرین ، یونیورسٹیوں کے اساتید اور سیاسی شخصیات کی طرف سے آپ کے جانشین ڈاکٹر رمضان عبداللہ نیز دمشق میں موجود تحریک جہاد اسلامی کے اعلی سکریٹری کے نام سیلاب کی طرح ہمدردی اور تعزیت کے پیغامات ارسال کیئے گئے۔

اسرائیل نے اگرچہ ظاہری طور پر اس حادثہ کی ذمہ داری قبول نہیں کی لیکن بیشک یہ اسی کی طرف سے سازش رچی گئی تھی جو بعد میں جلد ہی بالخصوص مقبوضہ فلسطین کے بیرون ممالک میں فاش بھی ہو گئی۔ معلوم ہوا کہ جنرل یو آف گلانٹ کی رہبری میں موساد کے ایک خصوصی آپریشن ٹیم نے اسپیشل ملٹری کمانڈروں کی مدد سے، تحریک جہاد اسلامی فلسطین کے رہبر فتحی شقاقی کا قتل کیا ہے۔ اسوقت اسرائیلی وزیر اعظم رابین آپ کی شہادت سے

بہت خوش نظر آتا تھا لیکن ایک ہفتہ کے بعد ہی وہ ایک صہیونی بنام ایگال عمر کے ہاتھوں واصل جہنم ہو گیا۔

دوسری بات یہ کہ آپ کی شہادت سے قبل متجاوز صہینیوں کے خلاف شہادت طلب کاروائیوں میں فلسطینی خواتین کی شرکت ابھی شروع نہیں ہوئی تھی لیکن صھیونی فوجیوں اور شہریوں کے وحشی ظلم و ستم کی اوج کے مقابلے میں فلسطینیوں کے مسلح جہاد اور لڑائی میں انجام پونے والی شہادت طلب کاروائیوں میں فلسطینی خواتین کی شرکت میں نمایاں وسعت پیدا ہو گئی۔

•••

# شہید انقلاب فلسطین حضرت آیت اللہ خامنہ ای (دام ظلہ) کی زبانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

انا للہ وان الیہ راجعون۔

فلسطینی مقابلوں کا خونی میدان ایک مرتبہ پھر اس سرزمین کے ایک رشید اور مظلوم فرزند کے خون سے تر ہو گیا نیز وہ شخص ایمان اور اخلاص سے سرشار دل کے ساتھ اپنے گھر اور وطن کے دفاع کیلئے جدوجہد کر رہا تھا۔ خونخوار اور آدم کش غاصبوں کے ہاتھوں شہید کیا گیا۔ شرف و اخلاق سے خالی صھیونیوں نے ایک دفعہ پھر ثابت کیا کہ وہ اپنے ناپاک مقاصد حاصل کرنے کی خاطر قتل و غارت کو جائز جانتے ہیں۔ مؤمن، شجاع، متفکر اور مخلص مجاہد شہید ڈاکٹر فتحی شقاقی ایک ایسا تابناک چہرہ تھا جس نے آخری دہائی میں فلسطینی عوام کے اسلامی جہادی کاروائیوں کی سپیدی فجر کو پروان چڑھایا اور اپنی ساری طاقت، ہر وسیلہ اور ابھی اپنی پیاری جان بھی اسی مقدس جہاد کی راہ میں قربان کی۔ فلسطینی جہاد کے افق سے اسلامی سورج کے طلوع کا آغاز کہ جس نے فلسطین کی مظلوم ملت میں نئی جان ڈالی، اسوقت ہو گیا جب مسئلہ فلسطین کے جھوٹے دعویدار، اسلام کا نام لینے سے بھی شدت سے پرہیز کرتے تھے نیز

مسئلہ فلسطین کو اسلام سے جدا کر کے فلسطین کے مقصد (آزادی) کو نابودی کی طرف لے جارہے تھے۔ یہ وہی موقعہ تھا کہ جب پر جوش، مخلص، مؤمن، متفکر جوانوں پر مشتمل ایک جماعت جن کی لیڈر میں ہمارے عزیز شہید ڈاکٹر شقاقی تھے، تشکیل پائی۔ جس نے ایرانی انقلاب اسلامی سے الہام لیکر نیز عظیم الشان امام راحل رہ کے تئیں عشق و محبت سے سرشار دل کے ہمراہ اسلامی مقابلوں کے پرچم کو بلند کیا اور عربی خطہ میں سست اور وابستہ اندھے دل افراد ،غاصب حکومت، امریکہ اور ان کے آلہ کاروں کے باوجود فلسطینی جہاد کے بے جان رگوں میں خون دوڑایا نیز اس دشمن کو جو اپنی سادہ فکری اور خوش فہمی میں تھا کہ حق طلبی کی جدوجہد ختم ہو گئی ہے، اپنے نشانوں کا شکار بنایا۔

اب اس مؤمن اور مخلص مجاہد نے شہادت حاصل کی ہے جو کہ تمام خالص اور صادق مجاہدوں کی آرزو ہوتی ہے۔ لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ سرخ اور افتخار آمیز موت فلسطین میں عظیم تحریک اسلامی کی مضبوطی اور بلندی کا باعث بنے گی نیز خداوند کی راہ میں جہاد کرنے کیلئے ان کی مظلومیت اور فلسطینی مظلومین کو مزید قدرتمند بنائے گی۔ فلسطینی مجاہد قوم حق پر ہے، اگر فلسطین کی آزادی کے ساتھ خیانت کرنے والے افراد خواہ وہ ذلت و خواری کے باوجود بھی اپنے آپکو فلسطینی شمار کرتے ہوں، یا خواہ وہ افراد جو غیر فلسطینی اعراب ہیں لیکن اس ظلم پو خاموش ہیں، اس ظلم اور ماضی میں اسی طرح کے

دوسرے مظالم میں صہیونی حکومتی روساء کے جرم میں شریک ہیں۔ بیشک غاصب دہشتگردوں کا یہ آخری جرم نہیں ہوگا۔ البتہ جو آخرکار حتمی کامیابی سے ہمکنار ہوگا یقیناً وہ فلسطین کی مسلمان، مجاہد اور مظلوم قوم کا محاذ جنگ ہی ہوگا۔

میں اس برجستہ مجاہد کی شہادت کے موقعہ پر ملت فلسطین کے ہر فرد کو بالخصوص مبارک تحریک جہاد اسلامی فلسطین اور بالاخص ان کی اہلیہ ، فرزندوں ، والدین نیز دوسرے رشتہ داروں اور دوستوں کی خدمت میں تبریک اور تعزیت پیش کرتا ہوں۔

والسلام علی جمیع عباد اللہ الصالحین

سید علی خامنہ ای

۸ آبان ۱۳۷۴ (مطابق اکتوبر ۱۹۹۵ء)

## شہید انقلاب فلسطین مجاہد سید حسن نصر اللہ کی زبانی

حزب اللہ لبنان کے جنرل سکریٹری مجاہد سید حسن نصر اللہ نے بھی شہید شقاقی رح کے شہادت کے موقعہ پر ایک اہم بیان دیا۔ اسمیں آپ نے شہید شقاقی رح کو پیامبر اسلام (ص) کی رسالت کا امانتدار اور خداوند متعال کی راہ میں صادق مجاہد قرار دیا۔ آپ نے شہید شقاقی رح سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ: اگر آپ نے تین سال قبل ہی لبنان کی اسلامی مقاومت کے سید الشہداء سید عباس موسوی کی سالگرہ اعلان کیا کہ کسی بھی حزب اور تحریک کا اگر اعلی سکریڑی شہید ہو جائے تو وہ تحریک ہر گز شکست نہیں کھاتی ہے۔ آج میں آپ کے جسد پاک کے سامنے یہ کلمات ایک مرتبہ دوبارہ دہراتا ہوں، اور کہتا ہوں کہ وہ تحریک جس کا اعلی سکریٹری شہید ہو جاتا ہے، ہر گز شکست نہیں کھاتی ہے۔ ہر گز (اپنے ہدف سے) پیچھے نہیں ہٹتی۔ آپ کی فداکاری، آپکا راستہ اور طریقہ کار اور آپکی جدوجہد کرنے والی روح، اس راستے پر چلنے والوں کیلئے اسوہ اور نمونہ عمل (Ideal) ہوگی۔

جناب سید حسن نصر اللہ اس بات کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں اگر کبھی شہید شقاقی حزب اللہ لبنان کے اعلی سکریٹری سید عباس موسوی، کے ساتھ ملاقات کرتے تھے تو ان سے کہتے تھے کہ: میں اپنے آپکو حزب اللہ کا

ایک فوجی مجاہد سمجھتا ہوں ۔ آج میں بھی حزب اللہ اور اسلامی مقاومت کے تمام مجاہدین کی طرف سے تحریک جہاد اسلامی فلسطین اور اسکے اعلی سکریٹری مجاہد برادر جناب ڈاکٹر رمضان عبد اللہ کی خدمت میں اعلان کرتا ہوں کہ حزب اللہ لبنان اعلی سکریٹری سے لیکر اس کے تمام مجاہد فوجی، جو لبنان کے جنوب اور بقاع علاقوں میں صھیونی حکومت کے خلاف لڑنے کیلیئے سرحدوں پر مامور ہیں، ایک ساتھ ایک آواز میں اعلان کرتے ہیں: ہم سب تحریک جہاد اسلامی فلسطین کے ہی فوجی ہیں۔

اسی طرح آپ نے شہید شقاقی رح کی ۱۲ویں سالگرہ پر یوں کہا: ---
شہید شقاقی رح تحریک جہاد اسلامی کے بانی، قدرتمند متفکر، مسلمان اور حقیقت جو ہونے کے ساتھ ساتھ ان ابتدائی افراد میں شمار کئے جاتے ہیں جنھوں نے علاقہ میں صھیونی سازش کے ساتھ مقابلے کرنے کیلیئے تحریک جہاد اسلامی فلسطین کو جہاد اور دفاع کے میدان میں منتقل کیا۔

# شہید انقلاب فلسطین؛ محترمہ فتحیہ شقاقی کی زبانی

شہید شقاقی رح کی شہادت کے بعد آپ کی اہلیہ محترمہ سے جو انٹرویو لیا گیا، اسے یہاں پر اختصار کے ساتھ بیان کیا جارہا ہے۔

## زندگی کے پل کیسے گذرے

(فتحیہ) یہ نام کی شباہت میری اجتماعی زندگی کا ایک خاص اتفاق ہے۔ نام کی یہ شباہت ہمارے ایک دوسرے کے تئیں محبت کے عمیق رابطہ کی نشانی ہے۔

... وہ روز و شب جو ڈاکٹر مسجد الاقصی میں گذارتے تھے مجھے یاد ہیں۔ ان کی اور ان کے بھائیوں کی فریاد جو مسجد الاقصی کی ساری فضا میں بلند ہوتی تھی، فراموش نہیں کروں گی۔ قدس جیل کے سلاخوں کے پیچھے سے ان کے ساتھ ملاقات کے لمحات جسمیں میں اشارہ سے انہیں سلام کرتی تھی اور وہ ہنس مکھ چہرے سے مٹھائی کھانے کیلئے تکلف کرتے تھے۔ ڈاکٹر اپنے بھائیوں سے زیادہ ثابت قدمی، جوش و جذبہ اور خوشی کا اظہار کرتے تھے۔ ہماری شادی کو ابھی چند ماہ نہیں ہوئے تھے کہ اسرائیل کے سلامتی مامورین نے انہیں گرفتار کر کے غزہ پٹی بھیج گیا۔ وہاں پر بھی انہیں آرام نہ ملا۔ پھر غزہ پٹی میں معروف لڑائی "منطقہ الشجاعیہ" میں تحریک جہاد اسلامی کے چند افراد کی شہادت کے

بعد آپ کو دوبارہ گرفتار کر کے صرائی جیل نفحتہ میں بند کیا گیا۔ڈاکٹر دوسال کی گرفتاری کے بعد الجزائر ملک بدر کئے گئے اور اس کے بعد لبنان منتقل کئے گئے

ان دنوں لبنان میں ابھی داخلی جنگیں چل رہی تھیں۔ بیروت میں ایک بے وطن فلسنطینی کیمپ میں وقتی طور پر رہنے لگے۔ ۱۹۸۸ء میں پہلی دفعہ ایران سفر کیا اور وہاں انقلاب اسلامی کے رہبر حضرت آیت اللہ خمینی سے ملاقات کی۔ مجھے یاد ہے کہ مردوں اور خواتین میں سے بہت سارے ایرانی مسؤولین ہم سے ملنے آئے تھے۔ وہاں سے واپسی پر جنوبی دمشق میں فلسطینی کیمپ الیرموک میں رہنے لگے۔اس کیمپ میں جو گھر ہمیں ملا وہ گھر بھی تھا اور تحریک جہاد اسلامی کا دفتر بھی۔

جب میں اپنے گھر والوں سے ملاقات کیلئے فلسطین گئی تھی۔ وہ فون پر اس بات پر زور دیتے تھے کہ ان کے تجربوں سے استفادہ کروں نیز یہ کوشش کروں کہ عوام کو صھیونیزم کے خطرے سے آگاہ کروں اور فلسطین میں ہی رہنے کی انہیں رغبت دلاؤں۔ مجھے یاد ہے جب وہ دفتر سے گھر آتے تھے تو مشکلات کے باوجود، امیدوں اور آرزؤں کے ساتھ ایک روشن مستقبل کی نوید ان کے ساتھ ہوتی تھی۔

شہید شیخ عزالدین القسام اور مرحوم عبدالقادر الحسینی جیسے انقلاب فلسطین کے مخلص رہبر، شہید شقاقی کیلئے آئیڈیل تھے۔ جن دنوں فلسطین میں رہتے تھے، میں ڈاکٹر صاحب کے پروگراموں اور سرگرمیوں سے باخبر ہوتی تھی لیکن جب سے ہم ملک بدر کیئے گئے ان کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہوگیا جبکہ گھر کی ذمہ داری مجھ پر آگئی۔ میں نے حد سے زیادہ کوشش کی ان کے حالات کو سمجھوں، زمانے کے ساتھ ساتھ میں نے اپنی توقعات کم کردیں۔ وہ اپنے حساس اور سنگین ذمہ داریوں کی وجہ سے گھر کیلئے زیادہ وقت نہیں نکال پاتے تھے۔ میں گھر کے بہت سارے امور میں ان کی مدد کرتی تھی۔ اگر کبھی دن میں کھانے کیلئے گھر آتے تھے تو بچوں کو کھانے کے وقت مدد کرتے تھے۔ میں صبح سے آخر شام تک گھریلو کام کی وجہ سے تھک جاتی تھی لیکن بعض اوقات میری تھکن احساس کرتے تھے تو میری مدد کیلئے دوڑ کر آتے تھے۔ وہ ہمیشہ بچوں کی دیکھ بھال اور انکی تعلیم و تربیت کی تاکید کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے اسلامی تعلیم و تربیت کے ذریعہ بچوں کے ذہنوں میں نیک اخلاق، بہتر کردار اور انسانی اقدار کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے نیز انکو صادق اور شجاع بنایا جاسکتا ہے ۔اگر کبھی احساس کرتے کہ ہماری بیٹی روزمرّہ کے بعض مسائل میں جھوٹ بھول رہی ہے تو پوری دقت سے اس کی وجہ تلاش کرتے تھے تاکہ یہ جانیں کہ بچی جھوٹ کیوں بول رہی ہے۔

•••

کبھی کبھی بچوں کے ساتھ کھیلتے بھی تھے۔ وہ کہتے تھے بچے یہ احساس نہ کر پائیں کہ میرے کام کے زیادہ ہونے کی وجہ سے میں بے پرواں ہوں۔ اپنی بیٹی خولہ سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے۔ انہیں مطالعہ کرنے کیلئے رغبت دلاتے تھے۔ بچوں کی کمسنی کے باوجود انہیں کمپیوٹر سکھانے کی کوشش کرتے تھے۔ رات کو دیر سے گھر آنے کے باوجود ان کے پاس بیٹھتے اور کھیلتے تھے۔ بہر حال مہربان برتاؤ سے ان کی محبت حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے۔

## عورت بھی انقلاب میں پیچھے نہ رہ جائے!

ڈاکٹر اس بات کے قائل تھے کہ فلسطینی خاتون بالخصوص اسلامی طالبات کو تفکر اور جہاد کی طرف متوجہ ہونی چاہیے۔ تحریک جہاد نے ابتداء سے ہی کوشش کی کہ یونیورسٹی نیز اعلی اور ثقافتی تعلیمی مراکز میں نیز طلاب کی سرگرمیوں میں بھی اثرانداز ہو۔ اس پروگرام کے نتیجہ میں بہت سی فلسطینی طالبات تحریک کے ساتھ ملحق ہو گئیں۔ وہ مختلف شہروں کے نماز جمعہ نیز غزہ پٹی کی مسجد عزالدین قسام کی نمازوں میں شرکت کرتی تھیں۔ غزہ پٹی کے مختلف علاقوں کی مساجد میں ان کے ثقافتی اور غیر ثقافتی ہفتہ وار جلسات منعقد ہوتے تھے۔ جناب فتحی شقاقی، جناب شیخ عبدالعزیز عودہ اور جناب شیخ سید برکہ فلسطینی خواتین کیلئے لیکچر دیا کرتے تھے۔

• • •

دراصل ڈاکٹر فتحی شقاقی فلسطینی معاشرہ میں سیاسی اور اجتماعی سرگرمیوں نیز تحریک جہاد اسلامی کے اندر عورت کے کردار اور احتجاجات میں ان کی شرکت کیلئے خاص اہمیت کے قائل تھے۔ ان کا ماننا تھا کہ آدھا معاشرہ خواتین پر مشتمل ہے، ان پر لازم ہے کہ وہ دشمنوں کے خلاف جہاد اور مقابلہ کے میدان میں ہمیشہ موجود ہوں۔ میں اس بات کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں کہ ابھی بھی تحریک جہاد کی دسیوں خواتین صہیونی حکومت کے جیلوں میں قید ہیں جبکہ ان میں سے بعض نے شہادت طلب کاروائیوں کے دوران جام شہادت نوش کیا ہے۔

## اسرائیل مبہوت ہو گیا تھا!

جس طرح سب جانتے ہیں کہ صہیونی حکومت کے سابقہ وزیراعظم ماہر دہشتگرد اسحاق رابین نے میرے شوہر کو مارنے کا حکم صادر کیا۔ اسلیئے کہ اس نے سمجھ لیا تھا فلسطین کی مقبوضہ سرزمینوں میں تحریک جہاد اسلامی کے مجاہدین نے اسرائیل پر زبردست چوٹیں ماری ہیں۔ ۱۹۸۷ء میں غزہ شہر کے مرکزی جیل سے تحریک جہاد کے چند فوجی کمانڈروں کا فرار ہونا نیز اس واقعہ کے بعد شہادت طلب آپریشنوں کی تعداد میں اضافہ ہونا، یہ وہ کاری ضربیں تھیں جو تحریک جہاد نے صہیونی غاصبوں کے جسم پر لگائیں ! ۔ شمالی غزہ میں منطقہ الشجاعیہ کاروائی کے بعد فلسطینی عوام کا انتفاضہ شروع ہو گیا۔ اس

انتفاضہ نے اسحاق رابین کو شدت سے وحشت زدہ کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے اسرائیلی فوجیوں کو حکم دیا فلسطینی بچوں کے بازوؤں کو جوان کی طرف پتھر مارتے تھے، پتھر سے ہی توڑ دیں۔ اسی طرح اس نے زندگی کے آخری دنوں میں اسرائیلی سلامتی ایجنسی موساد کو حکم دیا میرے شوہر فتحی شقاقی کو مار دے۔ لیکن زیادہ وقت نہ گذرا کہ رابین بھی ایک صہیونی کے ہاتھوں قتل کیا گیا۔

## فلسطین سے چشم پوشی جائز نہیں!

میرے شریک حیات شہید کی سب سے اہم خوبی یہ تھی کہ وہ فلسطین کو عادلانہ آزادی دلانے کی راہ میں ہمیشہ مخلص، فداکار، متحرک وفعال اور منظم تھے۔ انہوں نے اسلام کی حرمت، اسلامی اقدار کی پاسداری نیز فلسطینی آزادی، اسلام کا ایک بنیادی مسئلہ ہونے، کے دفاع میں جہاد کا نعرہ بلند کیا۔ بیشک شہید شقاقی کی میراث ساری امت سے تعلق رکھتی ہے۔ سرزمین فلسطین کی آزادی میں کسی بھی طرح کی چشم پوشی اور کوتاہی جائز نہیں ہے۔

## بیٹی ہو تو زینب(ع) جیسی!

ام ابراہیم محترمہ فتحیہ اپنی اولاد کے مستقبل نیز انکو اپنے والد سے کیا خوبیاں میراث میں لینی چاہیئے، اس کے بارے میں فرماتی ہیں: سادہ زندگی،

سچائی، ہوشیاری، انقلابی آشنائی، اسلام سے محبت، خدا کی راہ میں جہاد کرنا اور شہادت پیش کرنا، یہ سب انسان کامل بننے کیلئے بہترین صفات ہیں۔ میری تمنا ہے کہ میری اولاد اپنے والد کے راستے کی پیروی کرے۔ نیک اخلاق اور بہتر کردار کو زندگی کے مختلف شعبوں میں رعایت کرے۔ اسی طرح انکے والد کہتے تھے کہ پرہیز گار بنیں۔ آٹھ سالہ بیٹی خولہ کو پتہ نہیں کیوں کبھی کبھی زینب کے نام سے پکارتے تھے!۔ میں ان کے اس جذبہ کو سمجھتی تھی، "زینب" اور "شہادت" کے رابطہ کو جانتی تھی! ۔مجھے معلوم ہے کہ زینب اور تحریک عاشورا کے درمیان ایک مضبوط اور قریبی رابطہ پایا جاتا ہے، لیکن میری آٹھ سالہ بیٹی ابھی یہ نہیں جانتی ہے کہ ہم اس دور میں زندگی گذار رہے ہیں جسمیں ایک طرف سینکڑوں یزید موجود ہیں اور دوسری طرف امام حسین (ع) کے ہزاروں فرزند اور دوست پائے جاتے ہیں۔

## سراغ زندگی

اپنے من میں ڈوب کے پاجاسراغ زندگی

تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن،اپنا تو بن

من کی دولت ہاتھ آتی ہے پھر جاتی نہیں

تن کی دولت چھاؤں ہے آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات

تو جھکا جب غیر کے آگے نہ من تیرا، نہ تن!

علامہ اقبالؒ

# ROLE MODELS

## SHAHEED DR.FATHI SHAQAQI

### مثالی لوگ

☆......ایسے لوگوں کی داستان زندگی ہے جنہوں نے ایسی ماؤوں کی آغوش میں تربیت پائی جہاں سختیاں تھیں اور زندگی کی سہولیات میسر نہ تھیں مگر ان کا دامن کردار کی پاکیزگی اور حیا و عفت سے مالا مال تھا ان غربت کدوں میں مائیں بچوں کو دودھ پلانے سے پہلے دل کو ذکر خدا اور روح کو وضو سے منور کرتی تھیں۔

☆......مثالی لوگ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے غربت، نامساعد حالات اور سختیوں کے ساتھ جنگ کر کے علم و دانش، ایمان واخلاق اور کمالات کی چوٹیوں تک رسائی حاصل کی۔

☆......مثالی لوگ، ان لوگوں کی داستان زندگی ہے جن کا سرمایہ ایمان، خدا پر توکل، پرہیزگاری اور سحر خیزی تھا، جن کی راتیں آہ سحر اور خالق کے ساتھ راز و نیاز سے بھری رہتی تھیں، جن کے دن خلق خدا کی خدمت اور ان کے ساتھ ہمدردی میں گزر جاتے تھے۔

☆......مثالی لوگ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا اور خلق خدا کے دشمنوں کے ساتھ اس وقت علم جہاد بلند کیا جب مصلحت کی چادر اوڑھ کے اپنے مفادات کا بچاؤ بڑی چالاکی اور ہوشیاری سمجھا جاتا تھا اور دین و خلق خدا کے دشمنوں کے ساتھ پنجہ آزمائی حماقت مانی جاتی تھی، وہ لوگ جنکی زندگی خلق خدا کے لئے شبنم اور ان کے دشمنوں کے لئے دل دہلا دینے والا طوفان تھی۔

☆......مثالی لوگ، گفتار و کردار کے ان غازیوں کی داستان ہے جو کہتے کم تھے اور کرتے زیادہ تھے، جو اسلام کے سب سے بڑے مبلغ تھے، لیکن زبانی نہیں عمل و کردار سے اسلامی اقدار کی عظمتوں کا اعلان کرتے تھے۔

☆......مثالی لوگ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے نرم بستر پر آرام کے بجائے میدان عمل میں اسلام کی ترویج اور خلق خدا کی ہدایت کی خاطر در در کی ٹھوکریں کھائی۔

☆......یہ وہ خون جگر پینے والے لوگ ہیں جنہوں نے اسلام کے جیالوں کے حوصلے بلند رکھے، ان کی ہمتیں باندھیں اور ان کا عمل آج بھی ہمیں تاریکیوں میں روشنی دے رہا ہے اور ان کی روح آواز دے رہی ہے:

مت سہل ہمیں جانو پھرتا ہے فلک برسوں
تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

BKMK-74

Rs 75 60

نشر شاهد

تهران • خیابان آیت‌الله طالقانی • خیابان ملک‌الشعرای بهار

www.shahed.isaar.ir(www.navideshahed.com)